﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا
بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ٥ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥﴾ [الأنعام: ٤٤، ٤٥]

”جب انھوں نے ان نصیحتوں کو فراموش کر دیا جو انھیں کی گئی تھیں، ہم نے ان پر تمام اشیاء (واسباب) کے دروازے کھول دیے، حتی کہ وہ اس پر مسرت وشادمانی کا مظاہرہ کرنے لگے، اس پر ہم نے ان کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ پھر کاٹ دی گئی جڑ ظلم کا راستہ اختیار کرنے والوں کی اور تمام حمد وستائش کا مستحق وہ اللہ ہے جو پوری کائنات کی نگہداشت کرنے والا رب ہے۔“

حب رسول ﷺ اور موجودہ مسلمان

یہ واضح بات ہے کہ آج ہم بہ حیثیت مسلمان اُسوۂ رسالت ﷺ اور اتباعِ سنت سے مکمل اعراض کیے ہوئے ہیں اور انفرادی زندگیوں سے اجتماعی اداروں تک ہم نے اپنے محبوب آقا ﷺ کے طریق زندگی پر اللہ کی مغضوب وملعون اقوام کی تہذیب وثقافت، تمدن، معاشرت اور معیشت کو غالب کر رکھا ہے۔ یہ ملعون اقوام جن کی تہذیب کو ہم نے سر پر چڑھا رکھا ہے، اسلام اور اہل اسلام سے ان کے جذبہ حقد وعناد کے اثبات کے لیے اسرائیل کی جنگ آزمائی اور عرب دشمنی کے سوا اور کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ دشمنانِ دین سے ادنی مماثلت بھی ایک غیور مسلمان کو زیب نہیں دیتی۔ یہود ونصاریٰ باہم کس قدر بھی برسرِ جدل و پیکار ہوں، مسلمانوں کے مقابلے کے لیے متحدہ ہیں۔ رابرٹ کینیڈی نے صدر منتخب ہونے سے پہلے ہی اسرائیل نوازی اور اسلام دشمنی کا اعلان کر دیا تھا مگر دینِ اسلام کے محافظ نے اس کو یہ موقع ہی نہ دیا اور وہ اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل سے قبل ہی جہنم رسید ہو گیا۔

اپنی زندگیوں کو غیر اسلامی سانچہ میں ڈھال کر حب رسول ﷺ کا جو ثبوت ہم پیش کر رہے ہیں اور عملاً نہ صرف اپنی معصیتوں پر قائم ہیں بلکہ ان میں روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ کیا یہ اس حقیقت کی نا قابل تردید شہادت نہیں کہ ہم دین کی روح سے محروم ہو چکے ہیں، جادۂ حق سے دور جا رہے ہیں اور ہم خلق کو اور اپنے آپ ہی کو نہیں، خا کم بدہن خدائے علیم وخبیر کو بھی دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن وسنتِ رسول ﷺ کو حاکم نہیں بنانا چاہتے۔ ہمارا نفسِ امّارہ ہمیں لذات وخواہشات سے دست کش ہونے کی اجازت نہیں دیتا، اس لیے ہم نے اظہارِ محبت کے ایسے ڈھنگ ایجاد کر لیے ہیں جو صرف نفسِ امّارہ ہی کی لذت اندوزی اور خواہش پرستی کا تقاضا ہے اور اظہارِ محبت کا وہ ٹھوس اور غیر متبدل راستہ اختیار نہ کیا جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم گامزن تھے۔

قارئین محترم! اطاعتِ رسول ﷺ سے انحراف کا نتیجہ ہے کہ مسلمان کرۂ ارضی پر ہر جگہ نکبت وادبار کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ عالمِ عرب آج کل ملعون یہودی قوم کے ہاتھوں جس رسوائی سے دوچار ہو رہا ہے وہ بقول شاہِ مراکش ''شامتِ اعمال اور اسوۂ رسول ﷺ سے اعراض کا نتیجہ ہے۔'' قرآنِ کریم کا واضح ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝﴾ [آلِ عمران: ۱۳۹]

''اگر تم مومن ہوئے تو تم ہی سربلند ہو گے۔''

(پروفیسر غلام احمد حریری رحمہ اللہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

24 ذی قعدہ 1433ھ جمعۃ المبارک 12 تا 18 اکتوبر 2012ء

شمارہ 40 جلد 64

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

چھ نکات

ملک عصمت اللہ

بلوچستان کے لاپتا افراد کے بارے میں سپریم کورٹ کے زیرِ سماعت مقدمے کے سلسلے میں عدالت عظمیٰ نے بلوچستان کے ایک لیڈر اختر مینگل کو طلب کر رکھا تھا جنھوں نے کئی سال سے خودساختہ جلاوطنی اختیار کر رکھی تھی۔ عدالت کی طلبی پر وہ پاکستان تشریف لائے اور عدالت کے رُو بہ رُو اپنا بیان ریکارڈ کرایا۔ انھوں نے اپنے بیان میں بلوچستان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال پر کھل کر اظہار خیال کیا اور کہا کہ بلوچستان کے حالات فلسطین اور کشمیر سے زیادہ خراب ہیں۔ انھوں نے بلوچستان کے حالات کے سدھار کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز دیں جنھیں بعد میں انھوں نے چھ نکات سے بھی تعبیر کیا:

- بلوچستان میں جاری تمام آپریشنز بند کیے جائیں۔
- تمام لاپتا افراد کو عدالتوں میں پیش کیا جائے۔
- آئی ایس آئی اور اس کے زیرِ اثر سکواڈ کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے اقدامات سے روکا جائے۔
- اکبر بگٹی اور دوسرے بلوچ راہنماؤں کے قتل کے ذمہ داروں کو کٹہرے میں لایا جائے۔
- بلوچوں کو اپنے آبائی علاقوں میں امن کی زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔
- اعتماد سازی کے اقدامات کے بعد بلوچستان کی اصل قیادت اور فوجی قیادت میں مذاکرات کا آغاز کیا جائے۔

ان کے اس بیان پر سپریم کورٹ نے حکومت اور آرمی چیف سے جواب طلب کر لیا اور حکم دیا کہ بلوچستان میں تمام آپریشنز بند کیے جائیں اور ڈیتھ سکواڈ ختم کیے جائیں۔

حکومت اور فوج نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ بلوچستان میں نہ تو کسی قسم کا کوئی آپریشن ہو رہا ہے اور نہ کوئی ڈیتھ سکواڈ موجود ہے۔ نہ کوئی لاپتا شخص ان کی تحویل میں ہے اور نہ ہی کسی جماعت پر کوئی پابندی ہے۔

اس پر وزیرِ داخلہ جناب رحمٰن ملک نے اپنے ردعمل کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ اختر مینگل آزاد بلوچستان کے نعرے کو ہوا دے رہے ہیں۔ بلوچستان کے مسائل حل کرنے کے لیے انھیں اختر مینگل کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ انھوں نے مزید کہا کہ بلوچستان کے حالات خراب کرنے میں غیر ملکی مداخلت کے ثبوت موجود ہیں۔ اختر مینگل نے کہا کہ بلوچستان میں بیرونی ہاتھ صرف رحمٰن ملک کی عینک سے ہی کیوں نظر آتا ہے۔

اس کے بعد نواب اکبر بگٹی کے صاحب زادے جناب طلال بگٹی لاہور تشریف لائے اور اپوزیشن لیڈر نواز شریف سے ملاقات کی۔ انھوں نے اختر مینگل کے چھ نکات اور طلال بگٹی کے مطالبات کی حمایت کی۔ طلال بگٹی نے الزام لگایا کہ بلوچستان میں اس وقت انتہائی کرپشن ہے۔ ایف سی اور دیگر خفیہ ادارے لوگوں کو اغوا کر کے ان سے پیسے وصول کرتے ہیں۔ اگر کوئی پیسے نہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بلوچ قوم پاکستان کی دشمن نہیں بلکہ انٹیلی جنس کے وہ خفیہ ادارے ہیں جو بلوچستان میں امن وامان تباہ کر رہے ہیں اور ہم اس وقت تک انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے جب تک انٹیلی جنس اداروں کی مداخلت ختم نہیں ہوگی۔

اوپر بیان کردہ صورتِ حال بلوچستان کے حالات کی آئینہ دار ہے۔ اختر مینگل کے چھ نکات بول بول کر بتا رہے ہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بلوچستان میں تمام آپریشنز بند کرنے کا مطالبہ اس کا مُظہر ہے کہ وہاں فوج یا اس سے متعلق خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے آپریشنز کیے جا رہے ہیں جس میں لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے یا انھیں گرفتار کر کے خفیہ مقامات پر پہنچایا جا رہا ہے جب کہ ان کے ورثاء کو علم نہیں ہوتا کہ انھیں کیوں گرفتار کیا گیا اور کن مقامات پر رکھا گیا ہے۔ چیف جسٹس افتخار چوہدری کا آپریشنز بند کرنے اور ڈیتھ سکواڈ ختم کرنے کا حکم ان آپریشنز کی کھلم کھلا تائید کر رہا ہے کیونکہ چیف جسٹس کئی دفعہ

وہاں جا کر حالات کا بہ چشم خود مشاہدہ کر چکے ہیں۔ آخر ان سے زیادہ حالات سے کون واقف ہوگا۔

اگر وہاں ڈیتھ سکواڈ نہیں ہیں تو سڑکوں کے کنارے مسخ شدہ لاشیں کہاں سے آرہی ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں حکومتی بیان ادھورا سچ یا پورا جھوٹ نظر آتا ہے۔ بقول وزیر داخلہ رحمٰن ملک اگر وہاں غیر ملکی مداخلت کے ثبوت موجود ہیں تو ان کو منظر عام پر کیوں نہیں لایا جاتا۔ آخر ایسے پاکستان دشمن ممالک کی پردہ داری میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

وزیر داخلہ کے اس موقف کے برعکس بلوچستان کے دونوں لیڈر اختر مینگل اور طلال بگٹی اس بات پر ہم زبان ہیں کہ بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت نہیں بلکہ سب ایجنسیوں کا کیا دھرا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہاں کے لوگ ایجنسیوں کے خلاف کیوں ہیں؟ کیا فوج ان کی نہیں؟ اگر فوج پاکستانی فوج ہونے کے ناطے ان کی اپنی ہے تو ان کے درمیان وجہ اختلاف کیا ہے؟ کون سا ایسا مسئلہ ہے جو ان کے درمیان فساد کی جڑ ثابت ہو رہا ہے۔

فوج اور بلوچستان کے عوام کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد بلوچستان کے اہم راہنما نواب اکبر بگٹی کا قتل ہے جو مشرف نے فوج کے ذریعے اُن کے خلاف آپریشن میں کرایا۔ بلوچستان کا معاشرہ آزاد معاشرہ نہیں بلکہ قبائلی معاشرہ ہے۔ ان کے اندر قبائلی عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ قبائلیوں کی تمام تر وابستگیاں اپنے سرداروں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ان کے سردار کا قتل اس تمام قبیلے کی عصبیت کو للکارنا ہے۔ یہی حماقت مشرف نے کی جس نے پہلے نواب اکبر بگٹی کو دھمکیاں دیں اور پھر فوج کے ذریعے قتل کرا دیا۔ بگٹی قبیلے کو ان کے علاقے سے بے دخل کر کے وہاں کلپروں کو آباد کیا۔ اسی لیے تمام قبائل متفق ہو کر فوج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ دیگر تمام اسباب کا منبع اور چشمہ یہی ہے۔

نواب اکبر بگٹی کے قتل کے بعد مشرف کو یہ گوارا نہ تھا کہ وہاں کی اصل قیادت انتخاب میں سامنے آتی اور وہ برسر اقتدار آ کر اس کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتی، اس لیے وہاں دھاندلی کے ذریعے ایک جعلی قیادت ابھاری گئی اور پھر اس جعلی قیادت کو قابو کرنے کے لیے بلوچستان اسمبلی کے تمام ممبران کو وزارتوں سے نوازا گیا۔ اس لیے جناب نواز شریف صاحب کا یہ کہنا ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بلوچستان کے مسائل کا حل صرف اور صرف صاف اور شفاف انتخابات میں ہے۔ آئندہ انتخابات مسائل کے حل کے لیے امید کی بڑی کرن ہیں۔ اگر جعلی قیادت دوبارہ لانے کی کوشش کی گئی تو بلوچستان کا مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ مزید بگڑے گا۔

اگر ایجنسیاں چند افراد کو اٹھا رہی تھیں تو اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے بلوچستان کے وزیر کیوں پیچھے رہتے۔ انھوں نے مال بنانے کے لیے اغوا برائے تاوان کا سلسلہ شروع کر دیا اور یوں افراد کے غائب ہونے کی رفتار اور تیز ہوگئی اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یوں اس کا الزام بھی فوج کے کھاتے میں جمع ہونا شروع ہو گیا اور پھر ایف سی بھی اس ''کارِ خیر'' میں شامل ہوگئی۔

لاہور میں طلال بگٹی نے یہی رونا تو رویا ہے کہ بلوچستان میں اس وقت انتہائی کرپشن ہے۔ ایف سی اور خفیہ ادارے لوگوں کو اغوا کر کے ان سے پیسے لیتے ہیں۔ اگر کوئی پیسے نہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

اس صورت حال پر حکومت کی طویل خاموشی اس امر کی عکاس ہے کہ بلوچستان میں بدامنی کی حالت دشمنوں نے پیدا نہیں کی بلکہ اپنوں کی پیدا کردہ ہے۔ اگر وہاں بیرونی ہاتھ ہوتا تو یہ حکومت اب تک چپ سادھے رہتی اور نہ افواج پاکستان اس کو برداشت کرتیں بلکہ اب تک دشمن کا ہاتھ توڑ دیا ہوتا۔

یہی سبب ہے کہ طلال بگٹی نے انتخابات میں حصہ لینے کو انٹیلی جنس اداروں کو مداخلت ختم ہونے کے ساتھ مشروط کیا ہے کیونکہ کسی دباؤ یا من مانے نتائج حاصل کرنے کی کسی کوشش سے انتخابات بے معنی بن کر رہ جاتے ہیں۔ اگرچہ ہم انتخابات کے موجودہ طریق کار کو محل نظر سمجھتے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج کو بھی بے معنی جانتے ہیں۔

روس کے دورے پر جانے سے پہلے آرمی چیف جنرل کیانی کی طرف سے دیے گئے ایک پالیسی بیان سے امید کی ایک کرن پھوٹی ہے کہ وہ بلوچستان میں آئین کے مطابق ہر سیاسی عمل کی حمایت کریں گے۔ اگرچہ انھوں نے ''سیاسی عمل'' کی وضاحت نہیں کی تاہم اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ انتخابات سے پہلے فوج کو بلوچستان سے واپس بلایا جائے تاکہ بلوچستان کے عوام اپنی رائے کا اظہار آزادی سے کر سکیں اور بلوچستان کی حقیقی اور ناراض قیادت سے مذاکرات کا ڈول ڈالا جائے اور ان کے پیش کردہ تمام نکات پر من وعن عمل کیا جائے۔

درس قرآن

قسط نمبر ۴۳

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ یہ کفار کا قول ہوگا کہ ہائے ہماری بربادی! ہماری قبروں سے کس نے ہمیں اٹھا دیا۔ یوں وہ اپنی بدبختی کا اعتراف کریں گے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ جب ہم مرکر مٹی ہوجائیں گے تو ہم کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے لیکن یہ انہونی تو ہوگئی، کس نے ہمیں اٹھا دیا ہے۔

﴿مَرْقَدِنَا﴾ یہ "الرقاد" سے ظرف مکان ہے جس کے معنی ہیں ہلکی سی نیند۔ اصحابِ کہف کے بارے میں ہے:

﴿وَ تَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ﴾ [الکهف: ۱۸]

"تو انھیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔"

اصحابِ کہف کی گہری اور لمبی نیند کے باوجود ان پر "رقود" کا لفظ بول کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نیند خواہ کتنی گہری اور لمبی کیوں نہ ہو موت کے مقابلے میں وہ ہلکی سی نیند کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے "مرقد" کا اصل معنی خواب گاہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں منکر نکیر جب مومن سے (دیگر سوالات کے ساتھ ساتھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ کہے گا:

"هو عبد الله ورسوله، أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله."

"وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

تو فرشتے کہیں گے: ہم یہی سمجھتے تھے کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کو منور اور ستر ہاتھ کشادہ کردیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: "نم کنومة العروس" "دلہن کے سونے کی طرح تم آرام سے سوجاؤ۔" (ترمذي: ۱۰۷۱، ابن حبان: ۳۱۱۷ وغيرهما)

یہاں اس حدیث میں بھی قبر کو مومن کے لیے خواب گاہ بتلایا گیا ہے۔ مگر کافر کے لیے قبر تنگ ہوجاتی ہے۔ اس کی پسلیاں باہم بھینچ جاتی ہیں، قیامت تک وہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کی تفصیل دیگر احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہاں کفار کے قول "ہماری خواب گاہ سے ہمیں کس نے اٹھا دیا" سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو عذاب میں مبتلا ہوں گے، خواب گاہ سے اٹھنے میں تو بہ ظاہر عذابِ قبر کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علمائے کرام نے دو جواب دیے ہیں:

۱: ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ نفخہ اولیٰ اور نفخہ ثانیہ کے مابین جو چالیس (سال یا ماہ یا دن) کا وقفہ ہوگا اس کے کچھ عرصے میں عذابِ قبر سے تخفیف کردی جائے گی اور نیند کی سی کیفیت ہوگی۔ یہ قول ابی ابن کعب، مجاہد اور ابو صالح سے منقول ہے۔

(الدر المنثور: ۲٦٦/۵)

۲: دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی کو دیکھ کر وہ عذابِ قبر کو بھول جائیں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن القبر أول منازل الآخرة، فإن نجا منه أحد فما بعده أيسر منه، وإن لم ينج منه فما بعده أشد منه.)) (ترمذي، رقم الحديث: ۲۳۰۸، ابن ماجه، رقم الحديث: ٤۲٦۷)

"قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا

تو اس کے بعد اس سے زیادہ آسانی ہے اور اگر اس نے نجات نہ پائی تو اس کے بعد اس سے زیادہ سختی ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب سے اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے موت سے بڑھ کر کوئی تکلیف اسے نہیں پہنچتی، پھر موت کے بعد جو کچھ ہے اس سے موت کم تکلیف دہ ہے۔ وہ قیامت کے دن کی شدت پائیں گے حتی کہ پسینہ منہ تک ہوگا۔ اگر کشتیاں اس میں چلائی جائیں تو وہ اس پسینے میں چلیں گی۔''

(طبراني، أحمد، إسناده جيد، مجمع: ١٠/ ٣٣٤)

احادیث میں ہے کہ سورج ایک میل کی مسافت پر بلند ہوگا۔ دماغ ہنڈیا کی طرح ابلیں گے۔ اعمال کے مطابق کوئی اپنے پسینے میں ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی پنڈلیوں تک، کوئی اپنے وسط تک اور کسی کو منہ تک پسینے کی لگام ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کافر کا پسینہ منہ تک ہوگا اور وہ کہے گا:

((رب ارحمني ولو إلى النار.)) (طبراني ورجاله رجال الصحيح، مجمع: ١٠/ ٣٣٦)

''اے میرے رب! اس سے مجھے آرام دے اگرچہ آگ میں ہی سہی۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب برہنہ اُٹھیں گے۔'' میں نے عرض کیا: سب مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يا عائشة! الأمر أشد من أن ينظر بعضهم إلى بعض.))

''اے عائشہ! ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے کہیں زیادہ معاملہ سخت ہوگا۔''

اس منظر کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ التکویر، الانفطار، الزلزال اور القارعہ میں فرمایا ہے۔ اسی ہولناکی کا ذکر یوں بھی ہوا ہے:

﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌo﴾ [الحج: ٢]

''جس دن تُو اسے دیکھے گا کہ ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہوجائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تُو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' (أعاذنا الله منه)

ایسے ہی خوف ناک اور وحشت ناک دن کو جب کفار دیکھیں گے تو قبر کے عذاب کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں کس نے اٹھایا ہے۔

﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔'' یہ قول کفار کے پہلو میں کھڑے مومنوں کا ہوگا جیسا کہ امام مجاہد اور قتادہ وغیرہ سے منقول ہے۔ امام حسن فرماتے ہیں کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا۔ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ دونوں میں کوئی منافات نہیں، دونوں ہی یہ بات کہیں گے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آیت میں سارا مقولہ کفار کا ہی ہوگا۔ مگر امام ابن جریر رحمہ اللہ نے پہلے موقف کو ہی ترجیح دی ہے کہ یہ مومنوں کا قول ہوگا کیونکہ کفار تو پہلے ﴿مَنْ بَعَثَنَا﴾ کہہ کر اٹھانے والے کا انکار کر رہے ہوں گے۔ ان کے اسی جہل کو دور کرنے کے لیے مومن یہ قول کہیں گے کہ یہ رحمان کا وعدہ تھا اور رسولوں نے اس بارے جو آگاہ کیا تھا وہ بالکل سچ تھا۔ اسی حقیقت کا اظہار سورۃ الصّٰفّٰت میں یوں ہے:

﴿وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ o هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَo﴾ [الصفت: ٢٠، ٢١]

''اور کہیں گے: ہائے ہماری بربادی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

یہاں بھی پہلا قول کفار کا ہے اور بعد کا مومنوں کا یا فرشتوں کا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ٥ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ٥﴾ [الروم: ٥٥،٥٦]

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔''

ان آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفار قبروں سے نکل کر میدان محشر میں سراسیمگی اور پریشانی میں بھانت بھانت کی بولیاں بولیں گے اور مختلف باتیں بنائیں گے تو انھیں مومن جواب دیں گے یا فرشتے جواب دیں گے۔ انھی آیات کی روشنی میں اسی قول کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اصح قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ بھی کفار ہی کہیں گے اور قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کا اعتراف کریں گے اور کہیں گے کہ اسی کا وعدہ تو رسول کرتے ہیں اور آج واقعتاً ان کی بات سچی ثابت ہوئی ہے۔ لیکن ان کا یہ اعتراف ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔ جیسے دنیوی عذاب دیکھ کر ایمان لانے والوں کا ایمان انھیں کوئی نفع نہیں دیتا، جیسا کہ سورۂ غافر میں ہے:

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ٥ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ [غافر: ٨٤،٨٥]

''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا: ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔''

دنیا کے عذاب کی طرح اُخروی عذاب دیکھ کر اور قیامت کی ہولناکی کو پا کر اعتراف کریں گے مگر یہ اعتراف قابلِ اعتبار نہیں ہوگا۔ یہاں کفار ﴿وَعَدَنَا الرَّحْمٰنُ﴾ کہیں گے کہ اللہ نے اپنی رحمت ورحیمیت کی بنا پر دنیا میں ہمیں اس دن سے خبردار کردیا تھا تاکہ ہم اس دن کے عذاب سے بچ جائیں۔ اور رسولوں نے بھی سچ کہا تھا مگر ہم ہی قسمت کے مارے تھے کہ ہم نے اس بات پر کان نہ دھرے اور آج وہ حقیقت ہمارے سامنے ہے۔ مگر امام ابن جریر وغیرہ نے پہلے قول کو ہی راجح قرار دیا ہے۔

﴿وَعَدَ الرَّحْمٰنُ﴾ ''یہ ہے وہ جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا۔'' ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک اسم ہے۔ اور علمیت کے اعتبار سے اسم ''اللہ'' کے برابر ہے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ [بني إسرائيل: ١١٠]

''کہہ دے: اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔''

اس لیے ''اللہ'' کی طرح ''الرحمٰن'' بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا یہ نام نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ ''الرحیم'' نام انسان کا ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک ''رحیم'' قرآنِ مجید کی سورۃ التوبہ کی آخری آیت میں آیا ہے۔ ''الرحیم'' باعتبار فعل کے ہے: نہایت رحم کرنے والا، یعنی رحیم (فعیل کے وزن پر) فاعل کے معنی میں ہوتا ہے جیسے سمیع سے سامع ہے اور کبھی یہ مفعول کے معنی میں جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے۔ ان میں مبالغے کا پہلو نہیں ہے۔ جب کہ ''الرحمٰن'' بہ اعتبار وصف کے ہے کہ وہ وسیع رحمت اور بہ درجہ اتم رحمت والا اور یہ مبالغہ کے لیے ہے جیسے

غضبان، شبعان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وصف اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہوسکتا۔ قیامت میں اللہ کی اسی رحمت کا اظہار زیادہ ہوگا۔ اسی لیے یہاں ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ﴾ کہا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ایک سو درجے بنائے ہیں، ایک درجہ کا اظہار دنیا میں ہے۔ مخلوق میں باہم پیار، محبت اور رحمت اسی ایک درجۂ رحمت کا نتیجہ ہے اور باقی ۹۹ درجات کا اظہار قیامت کے دن ہوگا۔

(ابن ماجه، أحمد وغيره۔ المجمع: ۱۰/ ۳۸۵)

مومنوں پر رحمتوں کی عنایات بے پایاں ہوں گی۔ اس اعتبار سے وہ یہی کہیں گے ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ﴾ اور رسولوں نے بھی اس کی خبر دے دی، اس لیے انھوں نے جو فرمایا حق اور سچ فرمایا تھا۔ "صدق" کے دراصل معنی ہیں "أخبر بالصدق"۔ اس میں قائل کی صداقت کا اشارہ ہوتا ہے کہ جو اس نے خبر دی سچی دی۔ گویا اس جملے میں مومنین کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان وایقان کا اظہار بھی ہے۔

سیرت امام اعظم کانفرنس

بہ مقام: چک نمبر ۴۲۲ کٹو چک طوراں ضلع فیصل آباد

مؤرخہ: ۱۵/ اکتوبر بروز پیر سیرت امام اعظم کانفرنس منعقد ہوگی۔

قاری بنیامین عابد، قاری عبدالرؤف یزدانی
مولانا خالد مجاہد، پروفیسر عبدالرزاق ساجد
خطاب کریں گے

تلاوت: قاری عبدالسلام عزیزی کریں گے۔

الداعي إلى الخير
محمد یوسف رحمانی
جامع مسجد نجم اہل حدیث، لاہور

اہلیہ میاں محمد زماں کی وفات

بزرگ مسلم لیگی راہنما، مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا کے بانی وخازن محترم میاں محمد زماں سابق وفاقی وزیر کی اہلیہ، میاں شاہد زماں، میاں ارشد زماں، میاں یاور زماں ایم۔ پی۔ اے کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد ۲/ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی نماز جنازہ بعد نماز عصر مرکزی جنازگاہ میں حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی شیخ الحدیث نے پڑھائی۔ جنازہ میں علاقہ بھر کے مذہبی، سیاسی، کاروباری حلقوں سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ دوسرا جنازہ برج جیوے خاں کے قبرستان میں مولانا عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث نے پڑھایا۔ مرحومہ نیک، صالح، دینیا داروں اور طلباء سے محبت کرنے والی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین۔

شریک غم: عبداللہ یوسف، ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ اوکاڑا

تعزیت کے لیے فون نمبر۔ میاں محمد زماں: 0300-8699379 ۔ میاں یاور زماں: 0301-8607008

دعوت اہل حدیث کانفرنس

۱۸ ویں سالانہ "دعوت اہل حدیث" کانفرنس مؤرخہ ۴/ نومبر ۲۰۱۲ء، بروز اتوار بہ مقام چک نمبر ۸/ ۷۔ اے آر کرملی والا میاں چنوں ضلع خانیوال میں منعقد ہوگی۔ صدارت: فضیلۃ الشیخ مولانا حافظ عبدالحمید ازہر صاحب۔ مقررین: پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب امیر جماعۃ الدعوۃ، پاکستان۔ مولانا منظور احمد، سیّد سبطین شاہ نقوی وغیرہ خطاب کریں گے۔ (حافظ عبدالستار عبدالعزیز۔ فون: 0334-6240641)

درسِ حدیث

تميمة الصبي
في ترجمة
الأربعين من أحاديث النبي

بچوں کے لیے
چالیس جامع احادیث مبارکہ

مؤلف: نواب سیّد محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ
تنقیح وتسہیل: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

١٣۔ مستعار لی ہوئی چیز اَدا کی جائے گی:

((العارية مواداة .)) (رواه أبوداود والترمذي)

''عاریتاً لی ہوئی چیز کی ادائیگی ضروری ہے۔''

فائدہ: یعنی مُستعیر (عاریتاً چیز لینے والا) کے لیے ضروری ہے کہ وہ مُعیر (عاریتاً چیز دینے والے) کو شے مستعار واپس کردے۔ اور یہ حکم دونوں مذہب کی رو سے ضروری ہے، یعنی بہ صورتِ ضمان اور عدمِ ضمان۔

ضمان کی صورت میں اگر وہ چیز موجود ہے تو خود وہ چیز ادا کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ چیز تلف ہوجائے تو اُس کی قیمت ادا کی جاتی ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک مُستعیر کا ہاتھ ضمان کا ہاتھ ہے مانند ہاتھ غاصب کے۔ گو وہ شے مستعار بغیر کسی تعدی کے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوئی۔

عدمِ ضمان کی صورت میں اگر وہ چیز موجود ہے تو خود وہ چیز ادا کی جائے گی اور تلف ہونے کی صورت میں قیمت جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ اگر عاریتاً لی ہوئی چیز مستعار کے ہاتھ میں بغیر اس کی تعدی کے ہلاک ہوجائے تو ضمان لازم نہیں، اس لیے کہ مُستعیر کا ہاتھ دست امانت ہے مانند دست مودع کے۔ كذا في الهداية

اور تملیک کی چار قسمیں ہیں:

١: جو با معاوضہ کسی چیز کی تملیک کا نام ہے۔

٢: بلا معاوضہ کسی چیز کی تملیک (جسے عرفِ عام میں ہبہ کہا جاتا ہے۔)

٣: اجارہ، یعنی با معاوضہ تملیک منفعت۔

٤: عاریت، یعنی بلا معاوضہ تملیک منفعت۔ تاہم عاریتاً لی ہوئی چیز کا ادا کرنا، چاہے وہ کیسی ہی ہو، ضروری ہے۔ اکثر لوگ اس بارے میں بڑا تساہل اور کوتاہی برتتے ہیں۔ بالخصوص اہل علم کا ایک طبقہ جو کتاب لے کر واپس کرنے میں اکثر تغافل کرتا ہے۔ بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا گیا ہے کہ جس نے کتاب عاریتاً دی وہ بڑا بے وقوف ہے اور جو عاریتاً لے کر واپس کردے وہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

اے خواجہ کتابِ ما عزیز است بسے
معشوقہ جانِ ما است در ہر نفسے
گویند بہ عاریت بدہ روزے چند
معشوقہ بعاریت نہ دادست کسے

سو یہ بات بہت بُری ہے کہ کتاب جیسی چیز، جس سے مخلوقِ خدا کو نفع پہنچے، عاریتاً دینے سے گریز کیا جائے اور مناع الخیر کی وعید کا مستحق بنے۔ ہاں، جس کی بابت سرقے کا اندیشہ ہو اُس کو البتہ نہ دی جائے۔ تاہم بخل کی وجہ سے کسی کو کتاب نہ دینا کہ یہ علم دوسرے کو نہ آئے بہت بُری بات ہے، یہ ایک طرح سے علم سے روکنا ہے۔ اور جو شخص دوسروں کو علم سے روکتا ہے وہ خود بھی علم اور خیر سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح جو طالبِ علم کسی سے کتاب لے کر واپس نہیں کرتا، وہ طالبِ علم نہیں، طالبِ مال اور دین کا چور ہے کہ لوگوں کا مال اس بہانے سے چراتا ہے۔ ایسے شخص سے خدا کی پناہ۔

١٤۔ شریک حقِ شفعہ رکھتا ہے:

((الشريك شفيع .)) (رواه الترمذي)

''شریک حقِ شفعہ رکھتا ہے۔''

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص ایسی زمین بیچتا ہے جس میں اس کا کوئی اور بھی شریک ہے تو اُس شریک کو بالاتفاق حقِ شفعہ حاصل ہے، یعنی بیچنے والا اگر اُس شریک کو اطلاع دیے بغیر اپنا حصۂ زمین بیچ دے گا تو اُس شریک کو شرعاً وقانوناً یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو اس سودے کو فسخ کرا دے اور خود اتنی رقم ادا کر کے وہ زمین اپنی ملکیت میں لے لے۔ بعض علماء کے خیال میں ہمسائے کو بھی حق شفعہ حاصل ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسی بات کے قائل ہیں، البتہ ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) ہمسائے کے لیے حق شفعہ تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم ایک صحیح روایت امام احمد رحمہ اللہ سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موافق ہے۔

جن حدیثوں میں ہمسائے کے لیے بھی حق شفعہ کا اثبات ملتا ہے اُن میں بعض حدیثیں تو ضعیف ہیں۔ اگر کچھ قابلِ استدلال ہیں بھی تو ان سے مراد وہ ہمسائے ہیں جو دراصل شریک ہیں۔ مطلقاً ہر ہمسایہ مراد نہیں۔

اور شفعہ تمام غیر منقولات چیزوں میں ہے، گھر ہو یا باغ یا اسی طرح کی کچھ اور چیز۔ اور منقول چیزوں میں، جیسے جانور، لباس وغیرہ، ان میں شفعہ نہیں۔

۱۵۔ عمریٰ جائز ہے:

((العمریٰ جائزة.)) (متفق علیه)

''عمریٰ جائز ہے۔''

فائدہ: عمریٰ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا مکان اور گھر کسی دوسرے شخص کو یہ کہہ کر دے دے کہ جب تک تُو زندہ ہے یہ مکان تیرا ہے۔ ایسا کہنا اور کرنا جائز ہے۔ اب جب تک وہ شخص زندہ ہے اُسے اس گھر سے نہیں نکالنا چاہیے۔ لیکن اس شخص کی وفات کے بعد (جس کو مکان دیا گیا تھا) اب یہ مکان بہ طور میراث اس کی اولاد کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔

علماء کے نزدیک اس کی تین صورتیں ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ مالک دینے والے کو کہے کہ جب تک تُو زندہ ہے یہ گھر تیرا ہے اور تیرے مرنے کے بعد تیری اولاد اور تیرے وارثوں کا ہے۔ اس صورت میں سب علماء کے نزدیک بالاتفاق یہ ہبہ ہے۔ اور اس طرح کہنے سے گھر مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور جس کو دیا گیا ہو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے اور موہوب لہ کی وفات کے بعد اس کے وارث ہی اس کے مالک ہوں گے۔ اگر کوئی وارث نہیں ہوگا تو بیت المال میں اسے داخل کر دیا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دینے والا مطلقاً یہ الفاظ کہے کہ تیری زندگی تک یہ گھر تیرا ہے، مرنے کے بعد کیا صورت ہوگی اس کی صراحت نہ کرے۔ اس صورت میں اکثر علماء کے نزدیک پہلی صورت والا ہی حکم ہوگا اور موہوب لہ کے مرنے کے بعد یہ اس کے وارثوں کا ہی حق ہوگا۔ حنفیہ کا مذہب اور علی الاصح امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک اس دوسری صورت میں مرنے کے بعد یہ گھر دوبارہ مالک کے قبضے میں آجائے گا اور جس کو بہ طور عمریٰ دیا گیا تھا اس کے وارثوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ دینے والا دیتے وقت بہ صراحت یہ الفاظ کہے کہ یہ گھر تیری زندگی تک یا تیری عمر کی مدت تک تیری ملکیت میں ہے اور تیری وفات کے بعد یہ پھر میرے وارثوں کی ملکیت میں آجائے گا۔ اس صورت میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم بھی پہلی صورتوں والا ہی ہے کہ جس کو مکان دیا گیا ہے اب مکان اُسی کا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کا ہوگا۔ اصل مالک کا کچھ حق نہیں۔ اس لیے کہ عمریٰ ہبہ ہے اور مذکورہ شرط، یعنی بعد وفات واپسی کی شرط فاسد ہے۔ اور شرط فاسد سے ہبہ فاسد نہیں ہوگا اور ہبہ کا حکم برقرار رہے گا اور علی الاصح امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ شرط فاسد ہے اور اس طور پر کیا گیا عمریٰ ہی فاسد ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب میں مذکورہ تمام صورتوں میں عمریٰ تملیک منفعت ہے نہ کہ رقبی۔

افتاء

①...... ہبہ میں عدل بین الاولاد ضروری ہے۔ ②...... تقسیم وراثت میں کل متروکہ مال کی تقسیم۔

③...... غیر وارث کے لیے ثلث مال کی وصیت۔

مفتی محمد عبید اللہ خاں عفیف حفظہ اللہ

ہبہ میں عدل بین الاولاد ضروری ہے:

سوال: ایک شخص اپنی زندگی میں ایک چیز صرف ایک بیٹے کے نام لگا دیتا ہے تو کیا وہ اکیلا بیٹا ہی اس کا حق دار ہے یا باقی بہن بھائی بھی اس میں شریک ہیں؟ (محمد اقبال بن سعید)

جواب: اگر والد اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرے تو اس میں ہبہ کا اصول شرعاً لاگو ہوتا ہے اور ہبہ میں تمام بیٹے اور بیٹیاں برابر حصے کی حق دار ہوتی ہیں۔ ایک بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح دینا شرعاً جائز نہیں، امام بخاری فرماتے ہیں:

"باب الهبة للولد و إذا أعطى بعض ولده شيئا لم يجز حتى يعدل بينهم ويعطي الآخرين مثله ولا يشهد عليه."

''باپ کا ایک بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر دینا جائز نہیں جب تک اپنی ساری اولاد میں انصاف نہ کرے اور دوسری اولاد کو بھی اتنا نہ دے اور ایسے ہبہ پر گواہ بننا جائز نہیں۔''

اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

"عن النعمان بن بشير أن أباه أتى به إلى رسول الله ﷺ فقال: إني نحلت ابني هذا غلاما فقال: ((أكل ولدك نحلت مثله؟)) قال: لا قال: ((فارجعه)) وفي رواية قال: ((فاتقوا الله واعدلوا بين أولادكم.)) قال: فرجع فرد عطيته." (صحيح بخاري: ۱/ ۳۵۲ و ۳۶۱)

''حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی ساری اولاد کو ایک ایک غلام دیا ہے؟ میرے والد نے کہا: نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس غلام کو واپس لے لو۔ اور (اسی صفحہ پر دوسرے باب الاشهاد في الهبة میں) دوسری روایت میں ہے، فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔'' تو حضرت بشیر نے گھر لوٹ کر وہ عطیہ واپس لوٹا لیا۔''

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ اولاد میں عدل کرنا اور تساوی کے اصول پر ساری اولاد (بیٹے اور بیٹیوں) میں عدل کرنا ضروری ہے، لہٰذا اِس چیز میں اس کے تمام بہن بھائی برابر کے حصہ دار ہیں۔ ایک بیٹے کے نام لگ جانے سے دوسری اولاد کا حق ختم نہیں ہوتا۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب.

سوال: ایک شخص نے صرف ایک لاکھ روپے چھوڑے تو وہ رقم اس کے ایک بیٹے کے پاس تھی۔ اس بیٹے کے پاس گھر اور دکان بھی ہے۔ کیا تقسیمِ وراثت میں والد کی متروکہ رقم کو تقسیم کیا جائے گا یا موجودہ جائیداد کو بھی شامل کیا جائے گا؟ (محمد اقبال بن محمد سعید)

جواب: اس شخص کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد مع اس ایک لاکھ روپے کے جو اس کے ایک بیٹے کے پاس ہے، اس کی ساری اولاد اور دوسرے شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگی۔ اصحاب الفروض کے حصوں کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ کے قاعدے کے مطابق اس کی اولاد میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ بہ شرط کہ اس کے ذمے کوئی قرض نہ ہو اور نہ اس نے کوئی وصیت کی ہو۔ ورنہ پہلے قرض ادا کیا جائے، پھر اس کی

وصیت پر عمل کیا جائے۔ بعد ازاں اصحاب الفروض اور اولاد پر اس کی جائیداد تقسیم کی جائے۔

ثلث مال کی وصیت:

سوال: کیا کوئی اللہ کا بندہ اپنی زندگی میں کسی غیر وارث کو اپنی جائداد میں سے $\frac{1}{3}$ دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ غیر وارث کے لیے $\frac{1}{3}$ حصے کی وصیت کرنا شرعاً جائز ہے۔ اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں، صحیح بخاری میں ہے:

"عن عامر بن سعد عن أبيه قال: مرضت فعادني النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله ﷺ! ادع الله أن لا يردني على عقبي قال: ((لعل الله يرفعك وينفع بك ناسا)) قلت: أريد أن أوصي وإنما لي ابنة، فقلت: أوصي بالنصف؟ قال: ((النصف كثير)) قلت: فالثلث؟ قال: ((الثلث، والثلث كثير أو كبير)) قال: فأوصى الناس بالثلث فجاز ذلك لهم."

(صحيح بخاري: ١/ ٣٨٣)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار پڑ گیا، رسول اللہ ﷺ بیمار پُرسی کے لیے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ہجرت کا اجر ضائع نہ کر دے، یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے مکہ کی طرف لوٹا دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ کی رفعت شان میں نہ صرف اضافہ فرمائے گا بلکہ آپ کی طویل عمر سے مسلمانوں کو مزید فائدے سے ہمکنار فرمائے گا (فتح ایران کی طرف اشارہ)'' تو میں نے کہا: اچھا میں وصیت کرنا چاہتا ہوں جب کہ میری ایک ہی بیٹی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ میں اپنے مال کے $\frac{1}{2}$ کی وصیت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نصف، یعنی $\frac{1}{2}$ کی وصیت زیادہ ہے۔'' تو میں نے عرض کیا: پھر میں $\frac{1}{3}$ کی وصیت کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''$\frac{1}{3}$ ہی کی صحیح ہے مگر یہ بھی کچھ زیادہ یا بڑی ہی ہے۔'' اس کے بعد لوگوں میں تہائی مال کی وصیت کا رواج عام پڑ گیا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ $\frac{1}{3}$ حصے کی وصیت اگرچہ شرعاً جائز ہے، تاہم آپ ﷺ نے تہائی سے بھی کم کی طرف اشارہ فرما دیا، جیسا کہ ((الثلث كثير أو كبير.)) کے الفاظ سے جھلک رہا ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:

"عن ابن عباس قال: لو غض الناس إلى الربع لأن رسول الله قال: ((الثلث، والثلث كبير أو كثير.))" (صحيح بخاري: ١/ ٣٨٣)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان ((والثلث كبير أو كثير)) کے پیش نظر فرماتے تھے کہ لوگ $\frac{1}{4}$ (چوتھائی) کی وصیت کریں تو اچھا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے $\frac{1}{3}$ کو زیادہ قرار دیا ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے $\frac{1}{3}$ کی وصیت کو زیادہ قرار دیا تاہم اس سے منع نہیں کیا، لہٰذا $\frac{1}{3}$ کی وصیت کا موصی کو شرعاً حق حاصل ہے بہ شرط کہ شرعی وارثوں کو نقصان پہنچانا موصی کی نیت میں شامل نہ ہو۔

سوال: اگر دے سکتا ہے تو اس اللہ کے بندے کی اولاد اس غیر وارث کو دیے گئے $\frac{1}{3}$ میں سے حق وراثت رکھتی ہے یا نہیں؟

(خالد محمود بن محمد رفیق، وہاڑی)

جواب: وصی (جس کے لیے وصیت کی جاتی ہے) اپنے حق میں کی گئی وصیت کا بلا شرکت غیرے مالک بن جاتا ہے۔ موصی کی اولاد کا $\frac{1}{3}$ میں کوئی حق وراثت نہیں رہتا۔



اركانِ اسلام

کلمۂ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے

پروفیسر عبدالحکیم سیف، ناظم جامعہ محمدیہ قدوسیہ کوٹ رادھا کشن، قصور

ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق
شرک اور بدعت سے تُو جنگ و جدل پیدا نہ کر

اللہ تعالیٰ سے عہد:

اخوانِ کرام! ایک مسلمان جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر سچے دل سے ایمان لاکر کلمۂ طیبہ پڑھتا ہے تو حقیقت میں وہ یہ وعدہ اور اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ضرور بجا لاؤں گا اور اس کے سوا کسی اور کی بندگی ہرگز ہرگز نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور منتخب عظیم پیغمبر خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں (سنت) کے مطابق زندگی گزاروں گا۔

خلاصۂ دینِ اسلام:

اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ کلمۂ طیبہ لا إله إلا الله محمد رسول الله دینِ اسلام کا جامع خلاصہ ہے۔ یہی تو وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر کافر مسلمان بن جاتا ہے، جو نجس اور ناپاک تھا اسے پڑھ کر پاک ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ گمراہ اور جہنم کا راہی تھا مگر اس کلمے کو ادا کرنے کے بعد وہ ہدایت یافتہ اور جنت کا مستحق قرار پاتا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((من قال لا إله إلا الله مخلصا دخل الجنة .)) (مسند بزار)

''جس نے اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ جنت کا حق دار بن گیا۔''

کلمۂ طیبہ کے مفہوم سے بے خبری:

ہر مسلمان کو دیکھنا ہوگا کہ اس عظیم کلمے کا مفہوم کیا ہے اور اس کے کیا تقاضے ہیں۔ ہم میں سے اکثر مسلمان اس کے مفہوم اور تقاضوں سے بے خبر ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ ہم اس مضمون میں کلمۂ طیبہ کا مفہوم اور اس کے تقاضوں کو واضح کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو کلمۂ طیبہ کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دیں۔

کلمۂ طیبہ کا مفہوم اور تقاضے:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝﴾ [الأنبياء: ٢٥]

یعنی اے میرے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ! آپ پر ہی نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے مبعوث کیے سب کی طرف جو پہلا حکم ہم نے وحی کیا وہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں تو تم بس اسی کی عبادت بجا لاؤ۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی تخلیق کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ خالص بندگی کو قرار دیا، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝﴾ [الذاريات: ٥٦]

اور سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ نے متعدد پیغمبروں حضرت ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام وغیرہم کا نام لے لے کر ان کی اوّلین دعوت و تعلیم کا ذکر ان الفاظ سے کیا: ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اللہ کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔'' اس کلمے کا واضح حکم اور ہدایت یہ ہے کہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، کسی دوسرے کے لیے قطعاً روا نہیں ہے بلکہ یہ توحید کے منافی اور شرک کا ارتکاب ہے۔

ایک مسلمان شخص کی زندگی عبادت الٰہی کے بغیر سراسر خسران، تباہی اور باعث ندامت ہے ۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

عبادت اوراس کی قسمیں:

اب قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ عبادت کیا ہے اور کتنی قسم پر ہے؟ اس کا ذکر بہ حالت نماز تشہد میں پڑھی جانے والی دعا میں بایں الفاظ موجود ہے:

((التحيات لله والصلوات والطيبات .))

(متفق عليه)

یعنی تینوں عبادتیں: قولی، بدنی اور مالی محض اللہ تعالیٰ کے لیے روا ہیں۔

قولی عبادت میں تلاوتِ قرآن، اذکار واَوراد اور نماز شامل ہے۔ بدنی عبادت میں خاص طور پر روزہ شامل ہے اور مالی عبادت میں صدقات وخیرات وزکاۃ ونذر ونیاز وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ حج بیت اللہ ان تینوں عبادات کا مجموعہ ہے جس میں زبان، جسم اور مال وزر کا استعمال ہوتا ہے۔

دعا عبادت ہے:

یہاں پر ایک خاص بات نوٹ کرلیں کہ جس طرح نماز، روزہ، تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی عبادت ہے اسی طرح دعا مانگنا بھی عبادت ہے جوصرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیے۔

فرمانِ رسول ہے:

((الدعاء مخ العبادة .)) (جامع ترمذی)

''دعا عبادت کی روح ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

((الدعاء هو العبادة .)) (ترمذی، أبو داود)

''یہ دعا ہی اصل عبادت ہے۔''

غیر اللہ سے دعا:

شریعت اسلامیہ میں غیر اللہ سے دعا مانگنے کی سختی سے ممانعت ہے اور یہ شرک میں شامل ہے، فرمانِ رب کریم ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ ؕ وَ اِنۡ یَّسۡلُبۡہُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الۡمَطۡلُوۡبُ ۝﴾

[الحج: ۷۳]

''اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ سارے مل کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو اس قدر کمزور ہیں کہ اگر ایک مکھی ان کے سامنے سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اُسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ یہ طالب اور مطلوب دونوں ہی ناتواں اور کمزور ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اَمۡوَاتٌ غَیۡرُ اَحۡیَآءٍ ۚ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ۝﴾

[النحل: ۲۱]

''یہ تو مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں، یہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

حکم بھی صرف اللہ کا ہے:

کلمۂ طیبہ کا تقاضا ہے کہ اسے پڑھ کر توحید الٰہی کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا جائے، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں اور اسی کے حکم کے مطابق نظامِ زندگی چلایا جائے، فرمانِ خداوندی ہے:

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ [یوسف: ۴۰]

''حکم تو بس اللہ کا ہی چلے گا۔''

قرآنِ حکیم میں واضح طور پر تعلیم دی گئی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام قرآنی اور شریعت الٰہی کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔ (المائدہ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)

رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت:

ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ حکم ہے، نبی کریم ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء: ۸۰]

''جو اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔''

نیز قرآنِ حکیم میں ہے:

﴿وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ٥ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ٥﴾

[النجم: ۳،۴]

یعنی حضرت نبی کریم ﷺ اپنے پاس سے کلام نہیں فرماتے بلکہ آپ وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اور جسے جبرائیل امین لے کر آتے ہیں ؎

مصطفٰی ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل
جبرئیل ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی:

یہاں ایک اور بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے پیغمبر کی اطاعت فرض ہے۔ ان کے علاوہ سب کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے مشروط ہے۔ جس امر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو رہی ہو تو اس میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے کیونکہ فرمانِ رسول ﷺ ہے:

((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق.))

(شرح السنه بحواله مشكاة)

یعنی جس بات میں اللہ خالق و مالک کی نافرمانی ہوتی ہے اس میں مخلوق میں سے کسی اور کی اطاعت جائز نہیں ہے، خواہ وہ کتنی ہی عظیم ہستی کیوں نہ ہو۔

تمام صلحاء، علماء، اولیاء اور ائمہ بزرگانِ دین اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے رہے اور اللہ کے پیارے پیغمبر کی اطاعت کا دم بھرتے رہے اور وہ تمام بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی عبدیت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا پیغام دیتے رہے، یہ ان کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ لیکن آج بزرگانِ دین کے نام لیواؤں نے ان کی تعلیمات کے خلاف مختلف گروپوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنے خود ساختہ اور من گھڑت طریقوں کو اپنا لیا ہے۔ مولانا روم نے اسی کا شکوہ کیا ہے ؎

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

''ان لوگوں نے سچے دین اسلام کو چار فرقوں میں تقسیم کر کے دین حق میں رخنہ اندازی کی ہے۔''

سنت کی پیروی:

یہ مقام صرف پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر حدیث اسلام کا ایک ایسا اہم جزو لا ینفک ہے جس کی سرتابی و نافرمانی ایک سچے مسلمان کو کبھی گوارا نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ کا ہر فرمان اور عمل، آپ ﷺ کی زندگی کی حرکات و سکنات، آپ ﷺ کی خوشی و غمی اور آپ ﷺ کی صبح و شام کی زندگی کا لمحہ لمحہ ہمارے لیے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡهِمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الممتحنة: ٦]

پیغمبر کا خواب، اس کی سوچ و فکر، اس کے خیالات و احساسات اور جذبات تمام کے تمام من جانب اللہ ہوتے ہیں اور خبر و شریعت میں پیغمبر کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

حاصلِ کلام:

کلمۂ طیبہ کا یہی ماحصل ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اطاعت رسول مکرم کی ہے اور یہ اطاعت اصل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ آپ اللہ کے مبعوث اس کے پیغام بَر اس کی منتخب شخصیت ہیں جن کو کائنات کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو عوام الناس تک پہنچایا، خود ان پر عمل کیا بلکہ اپنی زندگی میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو قرآن وسنت کی تعلیمات کا پابند اور ان احکام کو روئے زمین میں پھیلانے اور اس کی حاکمیت قائم کرنے کا باعث بنا۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر)

پند و نصائح

جنت کے عالی شان محلات

حافظ محمد ارشاد (إدارة العلوم الأثرية، فیصل آباد)

انسان دنیا میں بسیرا کرنے کے لیے اپنا مکان تعمیر کرتا ہے جس کے لیے اسے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔ حسب استطاعت وہ اس پر جمع پونجی خرچ کرتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس کی تکمیل کے لیے قرض لینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اپنی مالی استعداد کے مطابق گھر کی تزئین و آرائش کے ساتھ ساتھ وہاں پر ضروریاتِ زندگی کا بھی بندوبست کرتا ہے۔

لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ اس نے اس خوب صورت بنگلے میں کتنا عرصہ قیام پذیر ہونا ہے؟ اس کا جواب ہر ذی شعور بہ خوبی جانتا ہے۔

انسان اس قدر عاقبت نا اندیش واقع ہوا ہے کہ وہ اپنے اس ابدی گھر کو بھول بیٹھا جہاں اس نے لامتناہی زندگی بسر کرنی ہے۔ جن جن ذی شان محلات میں اس نے تنعم کے مزے لوٹنے ہیں ان کے حصول کے اسباب سے بالکل کورا ہے، اس جگہ کا چھوٹا سا ٹکڑا دنیا ومافیہا سے بہ درجہا افضل ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں ایک چابک (کوڑا) جتنی جگہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔'' (صحيح بخاری، رقم الحديث : ۳۲۵۰)

وہاں ایسی ایسی آسائشیں نیک لوگوں کو مہیا کی جائیں گی جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا بلکہ کسی دل کے حاشیہ خیال میں بھی اس کا وجود نہ ہوگا۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۲۴۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۲۴)

محلات کی کیفیت:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خیمہ (محل) اندرونی طور پر ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کی (چھت کی) لمبائی تیس میل (تقریباً پینتالیس کلومیٹر) ہے۔'' (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۲۴۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

''جنت میں ایک بالاخانہ ہوگا، اس کا ظاہر (بیرونی منظر) اندر ہی سے نظر آئے گا اور اس کا باطن (اندرونی منظر) باہر ہی سے جھلک رہا ہوگا۔'' (مسند احمد: ۵/۳۴۳)

محلات کے حق دار

ا۔ مومن مرد اور مومن عورتیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے کہ جن میں نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نیز سدا بہار باغات میں پاکیزہ قیام گاہوں کا بھی (وعدہ کر رکھا ہے) اور اللہ کی خوش نودی تو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ: ۷۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرنے کے بعد پکارے گا، جنتی لبیک کہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: اب تم خوش ہو؟ وہ جواب دیں گے: یا اللہ! اب بھی ہم خوش

نہ ہوں گے جب کہ تُو نے یہاں ہمیں ہر طرح کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمھیں ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت عطا نہ کروں؟ جنتی پوچھیں گے: یا اللہ! ان نعمتوں سے افضل اور کیا چیز ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب میں تم پر اپنی رضا اور خوش نودی اتارتا ہوں اور آج کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔''

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۵۱۸)

۲۔ پرہیز گاروں کے لیے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ ربّ العزت کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

(الزمر: ۲۰)

۳۔ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرنے والے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایسی چیزیں نہیں ہیں جن سے تم ہمارے ہاں مقرب بن سکو۔ ہاں، جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے (وہ مقرب بن سکتا ہے) یہی لوگ ہیں جنھیں ان کے اعمال کا دگنا صلہ ملے گا وہ بالا خانوں میں امن وسکون سے رہیں گے۔'' (سباء: ۳۷)

معلوم ہوا کہ ایمان دار جنت کے ان بالا خانوں میں دائمی اور ابدی طور پر قیام پذیر ہوں گے کیونکہ اگر ٹھکانہ عارضی ہو تو انسان کو امن وچین اور اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔

۴۔ صبر کرنے والے:

امام المفسرین ابن جریر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ بنت مزاحم) کو سورج (کی تپش) میں عذاب دیا گیا جب وہ (فرعون اور اس کے حواری) اس سے پلٹے تو فرشتوں نے آ کر حضرت آسیہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا اور اُسے جنت میں عالی شان بنگلہ دکھلا دیا گیا۔ (تفسیر طبری: ۲۸/۱۷۱)

اسی حقیقت کو دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

''یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا بدلہ (بہشت کے) بالا خانوں کی صورت میں پائیں گے، وہاں دعائے حیات اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال ہوگا۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، کیا ہی اچھی جائے قرار اور قیام گاہ ہے!''

(الفرقان: ۷۵،۷۶)

۵۔ مسجد کی تعمیر کرنے والے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو محض اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لیے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس جیسا محل تعمیر کر دیں گے۔''

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۵۰، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۳۳)

۶۔ بارہ رکعات سنن مؤکدہ کا اہتمام کرنے والے:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو ایک دن اور رات (چوبیس گھنٹوں) میں بارہ رکعات ادا کرے تو ان کی بہ دولت جنت میں اس کا محل تعمیر کر دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۲۸)

یہ رکعتیں سنن مؤکدہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱: نمازِ فجر سے پہلے دو رکعتیں۔
۲: نمازِ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو رکعتیں۔
۳: نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں۔
۴: نمازِ عشاء کے بعد دو رکعتیں۔

اگر ایک رکعت دو منٹ میں ادا کی جائے تو چوبیس منٹ میں بارہ رکعات مکمل ہو جاتی ہیں۔ گویا نصف گھنٹہ کی کم مزدوری پر اجرت اتنی زیادہ کہ عالی شان محل اس کا منتظر ہے۔

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ اس حدیث کی راویہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تب سے میں نے یہ رکعتیں نہیں چھوڑیں۔ ام حبیبہ کے شاگرد عنبسہ بن ابی سفیان نے بھی یہی بات بیان کی۔ ان کے شاگرد عمرو بن اوس نے بھی یہی بات کہی۔ ان کے شاگرد نعمان بن سالم نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔

بلکہ عنبسہ اپنے مرض الموت میں اس حدیث کو نہایت مسرت سے بیان کرتے کیونکہ وہ زندگی بھر اس پر عمل پیرا رہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۲۸)

۷۔ چاشت اور ظہر سے پہلے چار رکعات:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں: جس شخص نے چاشت کی چار رکعات پڑھیں اور اولی (ظہر) سے پہلے چار رکعات پڑھیں اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کر دیا جائے گا۔ (المعجم الاوسط: ۵/۳۷۸)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

(السلسلة الصحيحة: ٥/ ٤٦١)

۸۔ صفوں کی درستی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آدمی شگاف (نماز میں صفوں کو ملاتا) بند کرتا ہے، اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے اور اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔''

(علامہ البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(السلسلة الصحيحة: ٥/ ٥١٥)

۹۔ سورۂ اخلاص کی تلاوت کی فضیلت:

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص قل ھو اللہ أحد (سورۂ اخلاص) دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں عالی شان محل تعمیر کر دیں گے۔''

محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

(مسند أحمد: ٣/ ٤٣٧، السلة الصحيحة: ٢/ ١٣٧)

۱۰۔ مسجد کی تعمیر:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کا گھر (مسجد) تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مثل جنت میں اس کے لیے گھر تعمیر فرما دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۳۶)



ارکانِ اسلام

قسط نمبر ①

طریقۂ حج وعمرہ

فضیلة الشیخ علامه محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ، تقدیم وتخریج: ریاض احمد عاقب اثری

اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر بہت سارے احکامات مقرر فرمائے ہیں۔ ان احکامات کو بجا لانے میں بندۂ مومن کی اپنی کامیابی ہے۔ ان احکامات میں حج ایسا عظیم عمل بھی شامل ہے جسے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض کیا گیا ہے۔ دین اسلام میں حج وعمرہ کی بہت اہمیت وفضیلت ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ہمارے معاشرے میں بہت سارے افراد دیگر عبادات کی طرح اس عظیم عبادت کے بارے میں بھی افراط وتفریط اور تعصب کا شکار ہیں۔ بعض جدت پسند، سیکولر اور منکرینِ حدیث اسے وقت اور دولت کا ضیاع قرار دے کر اس سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں اور کچھ ایسے بدبخت بھی ہیں جو حج کے لیے بیت اللہ شریف کا رخ کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ وہ درباروں، خانقاہوں، مزاروں اور آستانوں کی طرف رختِ سفر باندھتے ہیں۔ مزاروں کا طواف کرتے ہیں، طواف کے بعد قربانی کرتے ہیں، سر کے بال مونڈواتے ہیں اور مزار کی دیواروں کو بوسہ دیتے ہیں، إنا لله وإنا إليه راجعون.

بعض ایسے اجہل بھی ہیں جو پیر ومرشد کی زیارت کو حج بیت اللہ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ بعض شیدائیوں نے تو کہاں تک جسارت کردی ہے ؎

چاچڑ وانگ مدینہ دسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدن تے باطن دے وچ اللہ

"چاچڑ (جگہ کا نام) مدینہ کی طرح ہے اور کوٹ مٹھن (جگہ کا نام) بیت اللہ شریف کی طرح ہے۔ ہمارا پیر فرید ظاہر میں تو انسان ہے لیکن باطن میں اللہ ہے۔" نعوذ باللہ من هذه الخرافات.

ہمارے معاشرے میں ایسے تعصب کے مارے ہوئے لوگ بھی موجود ہیں جو بیت الحرام میں جا کر بھی تقلید ائمہ متبوعین کو مقدم رکھتے ہیں اور سنت رسول ﷺ کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں۔ اگر کوئی خیر خواہ ان کو طریقِ محمدی کی طرف راہنمائی کی کوشش کرے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں:

﴿مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ [المائدة: ١٠٤]

اسی جذبہ خیر خواہی کے تحت راقم الحروف نے عالم عرب کے جید عالم دین، فقیہ العصر، علامہ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "صفة الحج والعمرة" کا ترجمہ کیا ہے تاکہ لوگ راہِ انحراف وضلال ترک کرکے راہِ اعتدال وہدایت پر گامزن ہوجائیں اور اپنے ہر ہر عمل کو خلوص کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق بنالیں۔

ترجمے کے ساتھ ساتھ راقم نے اس کتابچے کی تخریج وعنوانات کا اہتمام بھی کیا ہے اور بعض جگہ تفہیم کے لیے اضافے بھی کیے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آغاز میں حج کا معنی ومفہوم، فرضیت واہمیت اور فضیلت بیان کردی ہے تاکہ قارئین کرام طریقۂ حج وعمرہ پڑھنے سے قبل حج وعمرہ کا مفہوم اور اہمیت وفضیلت اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

یہ عمل محض رضائے الٰہی اور اہل اسلام کے ساتھ خیر خواہی کے جذبے سے کیا گیا ہے۔ مولائے کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اسے ہمارے، ہمارے والدین اور ہمارے اساتذہ وشیوخ کرام کے لیے نجات کا ذریعہ

بنائے، آمین یارب العالمین۔ (ریاض احمد اثری)

حج وعمرہ کا معنی ومفہوم

ا۔ حج کا لغوی معنی:

حج کا لغوی معنی قصد واِرادہ کا ہے۔ علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حج کا اصل معنی کسی زیارت کا قصد اور ارادہ کرنا ہے۔'' (المفردات، ص:۲۱۲۔ مزید دیکھیں: تفسیر الکشاف از زمخشری، ص:۱۰۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''لغت میں حج کا معنی ''قصد کرنے'' کا ہے اور خلیل نحوی نے فرمایا ہے کہ عظمت والی جگہ کی طرف کثرت سے قصد کرنا مراد ہے۔'' (فتح الباري: ٣/ ٤٨٢ نیز ملاحظہ فرمائیں: التعريفات للجرجاني، ص: ٥٩ والتوقيف على مهمات التعاريف للمناوي، ص: ٢٦٨)

ب۔ حج کا شرعی معنی:

حج کے شرعی معنی کے بارے میں علامہ راغب رحمہ اللہ نے یوں لکھا ہے:

''اصطلاحِ شریعت میں اقامت نسک کے ارادے سے بیت اللہ کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔'' (المفردات، ص:۲۱۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شریعت میں مخصوص اعمال کے ساتھ بیت الحرام کا قصد کرنے کا نام حج ہے۔'' (فتح الباري: ٣/ ٤٨٢)

علامہ جرجانی حج کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اصطلاح شریعت میں مخصوص حالت کے ساتھ، مخصوص وقت میں اور مخصوص شرائط کے ساتھ بیت اللہ کا قصد واِرادہ کرنا حج کہلاتا ہے۔'' (التعريفات، ص: ٥٩ نیز ملاحظہ کریں التوقيف على مهمات التعاريف، ص: ٢٦٨)

عمرے کا معنی ومفہوم

ا۔ عمرے کا لغوی معنی:

عمرے کا لغوی معنی زیارت ہے جیسا کہ علامہ راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''العمرة: جس کا معنی زیارت ہے۔'' (مفردات القرآن، ص:۲۶۷، نیز دیکھیں فتح الباری: ۳/۷۶۱)

علامہ مناوی رقم طراز ہیں:

''عمرے کا معنی: ایسی زیارت جس میں محبت واُلفت کی آباد کاری ہو۔''

(التوقيف على مهمات التعاريف، ص: ٥٢٧)

ب۔ عمرے کا شرعی معنی:

علامہ راغب رحمہ اللہ عمرہ کا شرعی معنی یوں اجاگر کرتے ہیں:

''اصطلاحِ شریعت میں حج کے علاوہ بیت اللہ کی زیارت اور طواف وسعی کرنے کو عمرہ کہا جاتا ہے۔''

(مفردات القرآن، ص:۲۶۷)

غرض احرام باندھ کر بیت الحرام کا طواف کرنا اور صفا ومروہ کی سعی کرنے کا نام عمرہ ہے۔ عمرہ سال میں ہر وقت جائز ہے۔ اس کا وقت مخصوص نہیں جب کہ حج صرف مخصوص دنوں میں ہی ہوتا ہے۔

فرضیت واہمیت حج وعمرہ

ا۔ فرضیت واہمیت حج:

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک بنیادی رکن ہے جیسا کہ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والحج، وصوم رمضان.))

(صحيح بخاري، صحيح مسلم)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حج اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ جب یہ بنیادی رکن ہے تو اس کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت، عاقل، بالغ اور مسلمان (مرد وعورت) پر اسی طرح فرض ہے جس طرح پانچ وقت نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پر زکاۃ ادا کرنا فرض ہے۔ ان سب کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ عزوجل نے صاحبِ استطاعت مسلمان پر حج فرض کیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حج کرنے کی تاکید اور نہ کرنے کی وعید سنا رہا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

[آلِ عمران: ۹۷]

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر یہ بات فرض ہے کہ اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھنے والے اس کا حج کریں اور جس نے انکار کیا، پس اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔''

اس آیت سے عیاں ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت پر حج فرض ہے۔ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے حج کی فرضیت مزید اُجاگر ہوتی ہے۔

حج بیت اللہ کو وقت اور دولت کا ضیاع سمجھنے والے جدت پسند، سیکولر، منکرینِ حدیث اور مادہ پرست حضرات اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ استطاعت کے باوجود محض سستی، کاہلی کی وجہ سے اس رکنِ اسلام کو ترک کرنے والے جلد از جلد اس فرض کی ادائیگی کریں۔

حج کی اہمیت اس بات سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ رب العالمین نے قرآنِ مجید میں ایک بڑی سورت کا نام سورۃ الحج رکھا ہے۔ خاتم النّبیین پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان عالی شان میں حج کی فرضیت یوں واضح فرمائی ہے:

((أيها الناس! قد فرض الله عليكم الحج فحجوا.)) (صحيح مسلم، أرقام الحديث: ۱۳۳۷/۴۱۲)

''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔''

قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں حج کی فرضیت واہمیت بالکل واضح ہے۔ اُن سرمایہ دار، زمین دار اور بینک بیلنس رکھنے والے مسلمانوں کو بلاعذرِ شرعی اسلام کے اس رکن کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ انھیں پہلی فرصت میں فریضۂ حج ادا کرنا چاہیے کیونکہ وسائل میسر ہونے کے بعد حج ادا کرنے میں تاخیر کرنا ناجائز ہے، رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

((من أراد الحج فليتعجل.)) (أبوداود، رقم الحديث: ۱۷۳۲ مسند أحمد: ۱/ ۲۲۵ اس کی سند حسن ہے۔)

''جو حج کرنا چاہے تو اسے حج جلدی کرلینا چاہیے۔''

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

''نہ معلوم اسے کوئی بیماری آلے یا کوئی اور عارضہ پیش آجائے۔'' (ابن ماجه، رقم الحديث: ۲۸۸۳، بيهقي: ۴/ ۳۴۰ شرح مشكل الآثار للطحاوي، رقم الحديث: ۶۰۳۰، عبد بن حميد، رقم الحديث: ۷۲۰ اس کی سند حسن ہے۔)

ب۔ اہمیتِ عمرہ:

دین اسلام میں عمرے کی بھی بہت اہمیت ہے اگرچہ اس کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے۔ فقہائے محدثین کرام کی ایک جماعت عمرے کے وجوب کی قائل ہے۔ جن میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام سفیان ثوری رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ (نيل الأوطار: ۴/۲۸۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی عمرہ کے وجوب کو اختیار کیا ہے۔ انھوں نے اپنی ''صحیح'' میں "باب وجوب العمرة" قائم کیا ہے جب کہ

احناف اور مالکیہ کے نزدیک عمرہ واجب نہیں ہے۔
عمرے کے قائلین درج ذیل دلائل دیتے ہیں:

۱: بنو عامر کے ایک شخص ابورزین نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ حج وعمرہ کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی سواری پر سوار ہو سکتے ہیں تو اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((حج عن أبيك واعتمر .)) (أبوداود، رقم الحديث: ١٨١٠، ترمذي، رقم الحديث: ٩٣٠، نسائي، رقم الحديث: ٢٦٢١، ٢٦٣٧)
''اپنے باپ کی طرف سے حج کرو اور عمرہ بھی کرو۔''
اس مندرجہ بالا حدیث سے عمرے کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عمرہ کے واجب ہونے میں اس سے بڑھ کر عمدہ اور صحیح حدیث کوئی اور نہیں ہے۔ (نيل الأوطار: ٤/ ٢٨٦، تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي: ٣/ ٨١٠)

۲: حدیث جبرائیل مشہور ومعروف حدیث ہے۔ اس میں سیّدنا جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان اور علامات قیامت کے بارے سوال کرتے ہیں۔ اس حدیث کی ایک روایت میں درج ذیل الفاظ مروی ہے:
((وتحج وتعتمر .)) (دار قطني: ٢/ ٣٥٦، ٢٦٨٢ وقال: إسناد ثابت صحيح، وبيهقي: ٤/ ٣٥٠ اس کی سند صحیح ہے۔)
''تُو حج اور عمرہ کرے۔''
اس حدیث سے بھی حج کی طرح صاحبِ استطاعت پر عمرے کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے۔

۳: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا عورتوں پر جہاد (فرض) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، ان پر جہاد (فرض) ہے لیکن اس میں قتال نہیں ہے، وہ حج اور عمرہ ہے۔'' (مسند أحمد: ٦/ ١٦٥، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٢٩٠١ اس کی سند صحیح ہے۔)

۴: سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
''ہر ایک پر حج اور عمرہ (واجب) ہے۔''
(صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٧٧٣)
امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے عمرہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

۵: سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمرہ کے وجوب کا قرینہ قرآن میں موجود ہے:
﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ [البقرة: ١٩٦]
(صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٧٧٣)
ان مذکورہ دلائل کو ذکر کرنے کے بعد محدث مبارک پوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:
"والظاهر: هو وجوب العمرة."
''ظاہر یہی ہے کہ عمرہ واجب ہے۔''
علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے تین وجوہ سے عمرے کے وجوب کے دلائل کو عدمِ وجوب کے دلائل پر ترجیح دی ہے۔ (شائقین حضرات أضواء البيان: ٥/ ٢٥١، نیز مرعاة المفاتيح: ٨/ ٤٠٧ کا مطالعہ فرمائیں)

<u>فضیلتِ حج وعمرہ:</u>

دینِ اسلام میں حج اور عمرے کی بہت فضیلت ہے:

۱: رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
''جو بندہ اللہ کے لیے حج کرے اور اس دوران جماع اور فسق وفجور کی باتوں سے اجتناب کرے تو وہ گھریوں واپس لوٹتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ولادت کے روز تھا۔'' (صحيح بخاري، رقم الحديث: ١٥٢١، ١٨١٩، صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٣٥٠، ٤٣٨)

۲: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان

لانا۔'' پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حج مقبول۔'' (صحیح بخاري، رقم الحدیث: ۱۵۱۹، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸۳)

۳: جنابِ محمد ﷺ نے سیّدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
''عمرو! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اسلام قبول کرنے سے انسان کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ہجرت گزشتہ تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج کرنے سے پچھلے تمام گناہ ختم ہوجاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۱)

۴: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔'' (بخاري، رقم الحدیث: ۱۷۷۳، مسلم، رقم الحدیث: ۱۳۴۹)

۵: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم یہ سمجھتی ہیں کہ جہاد کرنا سب سے افضل عمل ہے تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

(صحیح بخاري، رقم الحدیث: ۱۵۲۰)

۶: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''عمرہ دوسرے عمرے تک کے درمیانی وقفے میں ہونے والے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔'' (بخاري، رقم الحدیث: ۱۷۷۳، مسلم، رقم الحدیث: ۴۳۷، ۱۳۴۹)

۷: سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''حج اور عمرہ پے در پے (ایک دوسرے کے بعد) کرو کیونکہ وہ فقیری اور گناہوں کو اس طرح ختم کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کی میل دور کردیتی ہے۔ اور حج مقبول کی جزا صرف جنت ہی ہے۔'' (ترمذي، رقم الحدیث: ۸۱۰ وقال: حسن صحیح غریب، نسائي، رقم الحدیث: ۲۶۳۲ اس کی سند صحیح ہے۔)

۸: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
''تین قسم کے لوگ مجاہد، حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔'' (نسائي، رقم الحدیث: ۳۱۲۳ والبیهقي في شعب الإیمان، رقم الحدیث: ۴۱۰۳ وصححه ابن خزیمة وابن حبان والحاکم علی شرط مسلم)

۹: سیّدنا ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب کے اعتبار سے) حج کے برابر ہے۔'' (بخاري، رقم الحدیث: ۱۷۸۲، مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۵۶)

ان مذکورہ فضائل کے علاوہ حج وعمرہ کے اور مزید فضائل کتب احادیث میں مروی ہیں۔ ہم نے طوالت کے ڈر سے اختصار سے کام لیا ہے۔ اللہ کریم ہمیں حج وعمرے کی اہمیت وفضیلت پڑھ کر اس کی طرف رغبت کرنے کی توفیق بخشے اور قرآن وحدیث کے مطابق حج وعمرہ ادا کرنے کی ہمت نصیب فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

(باقی آئندہ)



تذکرۃ الابرار

ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ

محمد اشرف جاوید بن صدیق، فیصل آباد

حارث بن اسد محاسبی کی ولادت بغداد میں ہوئی۔ ان کی ولادت کا سن تو محفوظ نہیں رہ سکا مگر ان کی وفات سال ۲۴۳ھ میں بغداد شہر میں ہوئی۔ نفس کے بہ کثرت محاسبے کی وجہ سے ان کو محاسبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی اسلام میں ریاضت وعبادت کو، جو سنت کے مطابق ہو، ایک مقام حاصل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے واقعات دنیا والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی ذلت کا سبب اسلام سے روگردانی ہے۔ اس کے باوجود لوگ سنت کے احیاء اور بدعات کے خلاف مصروفِ عمل ہیں۔ محاسبی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فقہ، حدیث اور علمِ کلام وتصوف میں مسلمانوں کے امام تھے۔

یہ موصوف امام احمد بن حنبل اور امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہما کے معاصر ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے نیک امور کی تحسین کی اور علمِ کلام کے شغل کو ناپسند فرمایا۔ اس کے باوجود ان کی زندگی کے واقعات آج کی بے خبر دنیا کے لیے آبِ حیات ہیں۔

محاسبی عام صوفیاء کی طرح نہ تھے۔ وہ صاف ستھری زندگی اور اچھے مکان میں رہائش رکھتے تھے، جیسا کہ ابونصر طوسی بیان کرتے ہیں:

"کان لحارث دار حسن وثیاب نظاف."

(کتاب اللمع، ص: ٤٩٥)

"حارث عمدہ مکان اور اچھے کپڑے رکھتے تھے۔"

وہ جامد صوفیاء کے سخت خلاف تھے۔ ایک دن حارث محاسبی کے مکان پر ابوحمزہ صوفی تشریف لائے۔ حارث کے مکان میں ایک بکری تھی۔ اچانک وہ زور زور سے آواز نکالنا شروع ہوگئی۔ ابوحمزہ کو وجد آگیا مگر حارث کو اس بات پر سخت غصہ آیا اور کہا: یہ حرکت انتہائی نازیبا ہے، اس سے توبہ کرو وگرنہ ذبح کردوں گا۔

(وفیات الاعیان: ۱/۴۹۵)

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صوفیاء کی حرکات وسکنات سے کس قدر دور تھے۔ وہ صرف صوفی نہ تھے بلکہ علم دین سے بھی بہرہ ور تھے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی زہد وورع کے باب میں کافی تصانیف ہیں اور وہ فرقہ معتزلہ اور روافض کا رد کیا کرتے تھے۔

(سیر أعلام النبلاء: ۱۲/ ۱۱۰)

اور انھوں نے اپنے والد کی وراثت اس لیے نہ لی کہ ان کے والد قدری تھے۔ (تاریخ بغداد: ۸/۲۱۱)

بلکہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ حارث محاسبی کو ستر ہزار درہم باپ کی میراث سے حصہ مل رہا تھا مگر انھوں نے ایک پیسہ بھی نہ لیا کیونکہ ان کا باپ قدری تھا۔ (شذرات الذہب: ۲/۱۰۳، سیر اعلام النبلاء: ۱۲/۱۱۰، تاریخ بغداد: ۸/۲۱۴)

علمِ کلام اس دور میں انتہائی مروّج تھا۔ بعض لوگوں نے اس کے ذریعے اسلام کی خدمت کرنی چاہی مگر ناکام رہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ جب میں نے کتاب المعرفۃ تحریر کی تو مجھے یہ احساس ہوا کہ آج تک کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی۔ ایک روز میں شاداں وفرحاں اس کا مطالعہ کررہا تھا کہ ایک نوجوان بوسیدہ کپڑوں والا مکان میں داخل ہوا، سلام کرتے ہی معرفت الٰہی کے متعلق سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مخلوق پر ہے یا مخلوق کا حق اللہ پر ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ کا حق مخلوق پر ہے۔ سائل نے کہا: پھر تو اللہ جل شانہ کو خود اس مسئلے کی تفصیل بیان کرنی چاہیے تھی تاکہ مخلوق کو معرفتِ خداوندی کا صحیح علم ہوتا۔ میں نے کہا: نہیں مخلوق کا حق اللہ پر ہے۔ سائل نے کہا: اللہ

پاک ظلم کرنے سے بری ہے، یعنی جو بات انسانی دسترس سے باہر ہے اس کا حکم نہیں دیتا۔

اس کے بعد سائل چلا گیا میں نے فوراً کتاب المعرفۃ کو پانی سے دھو دیا اور عہد کیا کہ آئندہ معرفت میں کلام نہیں کروں گا۔ (طبقات الکبریٰ للشعرانی: ۱/۱۶۴۔ معارف انڈیا، دسمبر ۱۹۶۷ء، ص: ۴۱۲)

اس لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ان کو ناپسند کرتے تھے اور ان کے زہد وتقویٰ کی تعریف کرتے۔ (تاریخ بغداد: ۸/۲۱۴)

اس کے باوجود حارث محاسبی کے اقوال وملفوظات حکمت سے بھرپور ہیں۔ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱: ہر چیز کا جوہر ہوتا ہے، انسان کا جوہر اُس کی عقل ہے اور عقل کا جوہر توفیق خداوندی ہے۔

(سير أعلام النبلاء: ۸/ ۱۱۱، تاريخ بغداد: ۸/ ۲۱۳)

۲: امت محمدیہ کے بہترین لوگ وہ ہیں جن کو آخرت کی فکر دنیا سے غافل نہ کرے اور دنیا کا لالچ آخرت سے غافل نہ کرے۔

۳: حسن خلق کا مطلب ہے اذیت کو تحمل سے برداشت کرنا، غصہ کم کرنا اور میٹھے بولنا۔

۴: جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کیا اس نے اپنی بربادی کو خود دعوت دی۔

۵: ہر زاہد کا زہد اس کی معرفت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور معرفت عقل کے اور عقل قوت ایمانی کے تناسب سے ہوتی ہے۔

(سير أعلام النبلاء: ۱۲/ ۱۱۱)

۶: ظالم نادم ہوتا ہے، خواہ لوگ اس کی مدح سرائی کریں۔ مظلوم خوش ہوتا ہے، خواہ لوگ اس کی مذمت کریں۔ قانع مال دار ہوتا ہے، خواہ بھوکا رہے اور لالچی فقیر ہوتا ہے چاہے دولت کا مالک ہو۔

۷: جو اپنے باطن کو اخلاق سے سدھار لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو اتباعِ سنت سے آراستہ کر دیتا ہے۔

۸: جب انسان صلاح وتقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور جب کوئی انسان گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی گمراہی کا سبب بنا دیتا ہے۔

۹: عبودیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے اختیار کا خیال ہی نہ رہے، یعنی تم سمجھنے لگو کہ میں اپنے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں۔

۱۰: اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مخلوق کا واسطہ نکال دیا جائے اور یاد رکھو نفسِ انسانی بھی ایک بُری مخلوق ہے۔ جب تک نفسانیت کو عمل سے خارج نہ کرو گے اخلاص پیدا نہ ہوگا۔

۱۱: جو باطن کے لیے مجاہدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو حسنِ معاملہ کی توفیق دیتا ہے اور جو حسن معاملہ اور باطنی مجاہدہ دونوں سے بہرہ ور ہوگیا اللہ تعالیٰ اس کو وصول الی اللہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

[العنكبوت: ٦٩]

۱۲: تین باتیں نایاب بلکہ کم یاب ہیں:

(۱)......حسنِ ظاہری پاک دامنی کے ساتھ۔

(۲)......حسنِ خلق دیانت داری کے ساتھ۔

(۳)...... بھائی چارہ دوستی اور امانت داری کے ساتھ۔ (تاریخ بغداد: ۸/۲۱۲، شذرات الذہب: ۲/۱۰۳، وفیات الاعیان: ۲/۵۷، حلیۃ الاولیاء: ۱۰/۷۳، ۱۰۹، معارف: دسمبر ۱۹۶۷ء، ص: ۴۱۳)



فضیلۃ الشیخ محمود احمد غضنفر رحمہ اللہ

حبیب اللہ فیصل، اسلام آباد

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اس کون ومکاں میں بے شمار لوگ آئے اور اپنا وقت پورا کر کے رخصت ہو گئے۔ ان میں کچھ ایسے عظیم المرتبت لوگ بھی تھے جو رہتی دنیا تک اپنے اَن مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ ان عالی قدر ہستیوں میں ایک نام میرے مشفق استاد فضیلۃ الشیخ محمود احمد غضنفر رحمہ اللہ کا بھی ہے جنھوں نے رحمت ایزدی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وستائش میں ان کی مختصر سرگرمیوں کا تذکرہ اپنے اسلوب خاص میں ادب وجمال کے سانچے میں ڈھلے ہوئے الفاظ میں کیا اور اُن کی دلآویز اور پُر از معلومات سیرت مرتب کی۔ مناقب اہل بیت، مناقب خلفائے راشدین، مناقب عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب کو تحریر میں لائے اور مداح صحابہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

آپ اخلاص، تقویٰ، توکل، صبر وتحمل، فہم وفراست اور علم وبصیرت سے آراستہ تھے۔ آپ نے نہایت پاکیزہ ماحول میں تربیت حاصل کی۔ آپ کے والد محترم غلام محمد لدھیانہ کے معروف تاجر تھے۔ اُن کا شمار اشرافِ ہند میں ہوتا تھا۔ علمائے اہل حدیث سے بے پناہ محبت و اُلفت رکھتے تھے۔ جب کبھی لدھیانہ میں کسی جلسے کا اہتمام کیا جاتا تو مجلس کے تمام شرکاء کے قیام وطعام کا انتظام خود فرماتے۔ اکثر علمائے کرام کی دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ عظیم مناظر مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ اکثر ان کی سخاوت اور علمائے کرام سے عقیدت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

۱۹۸۵ء کا واقعہ ہے، اس وقت راقم کی عمر ۱۶ برس تھی۔ استاد محترم نے مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ، قاری عبدالحفیظ فیصل آبادی، خطیب ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کی دعوت کا اہتمام فرمایا۔ راقم کو کھانا پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ کھانے میں خاص ڈش روسٹ مچھلی تھی۔ اختتامِ طعام پر روپڑی صاحب فرمانے لگے کہ آج تو مولانا نے اپنے والد محترم کی یاد تازہ کر دی اور پھر ان کے بے شمار مناقب بیان فرمائے۔ استادِ محترم ۱۹۴۵ء میں لدھیانہ کے ایک گاؤں پوت میں پیدا ہوئے۔

تقسیم ہند کے بعد اپنے خاندان کے ہمراہ فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک نمبر ۳۹ ج ب میں آباد ہوئے۔ اس وقت استاد ذی وقار کی عمر صرف دو برس تھی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے سکول سے حاصل کی، پھر والد محترم کی خواہش پر دینی علوم کے حصول کے لیے فیصل آباد کی معروف درس گاہ جامعہ سلفیہ کا انتخاب کیا۔ آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالشکور، جو آپ کو اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، جامعہ سلفیہ لے جانے اور چھٹی والے دن واپس لانے کی ذمہ داری نبھایا کرتے تھے اور آپ کا خاص خیال رکھتے۔ وہ آپ کی ہر خواہش پوری کرتے تاکہ آپ تعلیم کا سلسلہ ذوق وشوق سے جاری رکھ سکیں۔

آپ نے اُس وقت کی نابغۂ روزگار شخصیات سے کسب فیض کیا۔ ان عظیم المرتبت شخصیات میں مولانا عبدالغفار حسن کا نام سرفہرست ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۶۵ء میں تدریسی خدمات کا آغاز جامعہ تعلیمات اسلامیہ سے کیا۔ مسلسل پانچ سال استاد کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون ''میرے مشفق استاد'' میں رقم طراز ہیں:

''جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے بانی محترم جناب حکیم عبدالرحیم اشرف اور معمار اوّل محترم مولانا عبدالغفار حسن مرحوم دونوں

شخصیات نے نہایت اخلاص کے ساتھ موجودہ دور کے تقاضوں کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور اس کے لیے جو نصابِ تعلیم ترتیب دیا گیا اس کی تدریس کے لیے مولانا بشیر سیالکوٹی، مولانا سلیم اللہ کمیر پوری، قاری عبدالمجید صاحب راجہ جنگ، قاری نورالٰہی اور راقم الحروف کو نام زَد کیا گیا۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ جناح کالونی میں ایک کرائے کی بلڈنگ میں واقع تھا جس کے ساتھ والی بلڈنگ میں زرعی ترقیاتی بنک تھا۔ ۱۹۶۷ء میں ایک صبح بینک کے چوکیدار نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے اساتذہ کو گولی کا نشانہ بنایا جس میں مولانا بشیر سیالکوٹی، محترم جناب نیک محمد اور راقم الحروف اس گولی کی زد میں آئے۔ مولانا محمد بشیر سیالکوٹی اور راقم الحروف تو زخمی ہوکر گر پڑے جب کہ محترم نیک محمد صاحب موقع پر شہید ہوگئے۔ ہم دونوں کچھ عرصہ ہسپتال میں گزارنے کے بعد صحت یاب ہوکر مصروفِ عمل ہوگئے۔ مولانا محمد بشیر سیالکوٹی صاحب نے صرف، نحو اور جدید عربی زبان کے لیے نہایت عمدہ نصابی کتابیں قلم بند کیں جو بعض تعلیمی اداروں کے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں۔ اور راقم الحروف صحابہ، صحابیات، تابعین، تابعیات، انبیائے علیہم السلام، نساء الانبیاء، حاشیہ قرآنِ مجید اور حدیث کی دو کتابوں ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام اور ضیاء الاسلام ترجمہ کتاب الالمام (از علامہ ابن دقیق العید) کو قلم بند کرنے کی سعادت حاصل کی۔"

استاد ذی وقار فرماتے ہیں:

"جب بھی جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا یہ دور یاد آتا ہے اسی وقت ذہن میں یہ خیال ابھرتا ہے ؎

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

واقعتاً اس گلشن میں جب بہار آئی تو محترم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے بیٹوں زاہد اشرف اور حامد اشرف نے یاد رکھا۔ انھوں نے جب جامعہ کے اساتذہ کو اشرف گولڈ میڈل دینے کا فیصلہ کیا تو عزیزم حامد اشرف صاحب کا مجھے فون موصول ہوا اور یہ خوش خبری سنائی کہ جامعہ تعلیمات کی انتظامیہ نے گولڈ میڈل کے لیے آپ کا نام بھی تجویز کیا ہے۔ لیکن میں اس وقت بہ عارضہ فالج ہسپتال میں تھا، میں نے اپنے بیٹے ضیاء الرحمٰن کو بھیجا۔ اس نے نیابتاً اشرف گولڈ میڈل وصول کیا۔"

علاوہ ازیں ۱۹۷۴ء تا ۱۹۹۴ء استاد ذی قدر نے سعودی عرب کے وزارت مذہبی امور میں بیس برس ملازمت کی۔ اس دوران خطابت کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے۔ انداز بیان نہایت دلآویز اور اثر انگیز تھا۔ حُسنِ بیان کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپ کے منبر پر تشریف آوری سے پہلے ہی مسجد کھچا کھچ بھر جاتی تھی۔ اذان کی ذمہ داری راقم کے سپرد تھی۔ اذان دینے کے بعد جب میں پلٹ کر دیکھتا تو لوگوں کا ایک جم غفیر پاتا۔ خطبہ جمعہ شروع ہونے سے پہلے ہی مسجد تنگیِ داماں کا شکوہ کرنے لگتی۔

مسجد مزمل تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ جاتی اور لوگوں کو باہر سڑک پر نماز پڑھنا پڑتی۔ کم وبیش بیس ہزار لوگ ادائیگیِ جمعہ کے لیے حاضر ہوتے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد گھنٹوں لوگ حلقہ بنائے ہوئے آپ سے مسائل پوچھتے۔ اکثر اسی حالت میں نمازِ عصر کا وقت ہوجاتا۔ آپ نمازِ عصر ادا کرکے تشریف لے جاتے۔

ذاتی کوشش سے استاد مکرم نے مندرجہ ذیل مساجد تعمیر کروائیں:

۱: مسجد مزمل اہل حدیث، بند روڈ، لاہور۔
۲: مسجد ریاض الجنہ اہل حدیث، گوشۂ احباب، لاہور۔
۳: مسجد انوارِ رحمت اہل حدیث، چک نمبر ۳۹ ج ب، فیصل آباد۔
۴: مسجد جنت الفردوس اہل حدیث، منصور آباد، شیخوپورہ۔

آپ جہاں بھی جاتے اللہ کے گھر کی تعمیر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے۔ یہی وجہ ہے جب دنیا سے رخت سفر باندھا تو آپ کا کوئی

ذاتی گھر نہ تھا لیکن اللہ کے تمام گھر آباد تھے۔تمام مساجد جماعت کی تحویل میں دے دیں۔

خدمات:

❀ صحافت کے سلسلے کی تگ وتاز اور دیگر خدمات ایک نظر میں:

⊙ کچھ عرصہ ہفت روزہ اہل حدیث (لاہور) میں خدمات سرانجام دیں۔

⊙ ایک سال ماہنامہ ''البدر اسلامیہ'' کی ادارت کی۔

⊙ ایک سال ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' کے مدیر رہے۔

⊙ ۱۹۸۷ء میں ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کا ضخیم حرمین شریفین نمبر شائع کیا جس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر متعدد اہل علم کے عربی اور اردو مضامین شائع کیے گئے۔ اس نمبر نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔

⊙ ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کا شاہ خالد نمبر شائع کیا۔

⊙ مجلّہ 'دعوۃ الحق'' کا کویت نمبر شائع کیا جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس نمبر میں کویت کے متعلق عربی اور اُردو میں مضامین شائع کیے گئے۔

⊙ مجلّہ ''دعوۃ الحق'' کا نجد وحجاز نمبر شائع کیا جو کہ پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔اس ضخیم نمبر میں سعودی عرب کے بارے میں بہت سے معلومات افزا مضامین اشاعت پذیر ہوئے۔

⊙ ایک سال تک ریڈیو پاکستان (لاہور) میں مختلف موضوعات پر تقاریر کا سلسلہ جاری رہا۔

⊙ کوٹ لکھپت جیل اور کیمپ جیل اچھرہ کے قیدیوں میں کئی مرتبہ آپ نے درس دیے اور ان کی اصلاح کا باعث بنے۔

❀ خدمتِ حدیث، خدمتِ قرآن اور خدمتِ سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ملاحظہ فرمایے:

۱: ضیاء الکلام شرح عمدۃ الاحکام
۲: عمدۃ الاحکام (ترجمہ وتبویب)
۳: ضیاء الاسلام (ترجمہ کتاب الامام از ابن دقیق العید)
۴: احادیثِ قدسیہ
۵: احادیث الجہاد
۶: احادیثِ نبویہ
۷: حیاتِ صحابہ کے درخشاں پہلو
۸: حیاتِ صحابیات کے درخشاں پہلو
۹: حیاتِ تابعین کے درخشاں پہلو
۱۰: جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۱: حکمران صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۲: مبشر صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۳: شہسوار صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۴: گلشنِ رسالت کے مہکتے پھول
۱۵: گلشنِ رسالت کی مہکتی کلیاں
۱۶: حیاتِ صحابیات (داستانیں، نصیحتیں، عبرتیں)
۱۷: صحابیات طیبات
۱۸: صحابیات مبشرات
۱۹: خواتینِ اہلِ بیت
۲۰: عہدِ تابعین کی جلیل القدر خواتین
۲۱: سمیر المومنات
۲۲: نساء الانبیاء علیہم السلام
۲۳: حیات الانبیاء علیہم السلام
۲۴: نبیوں کے قصے
۲۵: قصص النساء في القرآن الكريم
۲۶: زوجات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہن
۲۷: زوجات الصحابہ رضی اللہ عنہم
۲۸: کتاب الکبائر
۲۹: رمضان؛ ماہِ غفران
۳۰: اصول الدین
۳۱: مسلم معاشرہ قرآن وسنت کی روشنی میں
۳۲: شمائل محمدیہ
۳۳: حج وعمرہ قرآن وسنت کی روشنی میں
۳۴: سگریٹ نوشی
۳۵: عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت
۳۶: فضائل قرآن
۳۷: شرح عقیدہ طحاویہ
۳۸: دین کے چار بنیادی اصول
۳۹: اختلاطِ مرد وزن کے خطرناک نتائج
۴۰: ضیاء الحواشی
۴۱: فضل الاسلام
۴۲: دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف
۴۳: غیر شرعی نکاح وٹہ سٹہ
۴۴: مسلمان اور احکامِ شریعت
۴۵: بغداد کا تاجر اور بچوں کی عدالت

۴۶: جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم (انگلش)

۴۷: صحابیات مبشرات رضی اللہ عنہن (انگلش)

۴۸: سورۃ الفاتحہ (تفسیر) ۴۹: سورۃ یٰسین (تفسیر)

۵۰: سورۃ النور (تفسیر) ۵۱: سورۃ الحجرات (تفسیر)

۵۲: علماء صحابہ رضی اللہ عنہم

۵۳: محدث صحابہ رضی اللہ عنہم (زیر طبع)

۵۴: مؤذن صحابہ رضی اللہ عنہم (زیر طبع)

ہمیں خبر ہے ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

استادمحترم! حقیقتاً ایسے اجالے کا اہتمام فرما گئے جو رہتی دنیا تک تاریک دلوں کو منور کرتا رہے گا۔ جب تک لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان سیرتوں کا مطالعہ کرتے رہیں گے اپنے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرتے رہیں گے۔

آپ کی والدہ محترمہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ میں جب بھی دادی جان سے شرفِ ملاقات کے لیے گاؤں جاتا گھنٹوں ان کے پاس بیٹھتا۔قرآن کی تلاوت سنتا۔ جب تلاوت قرآن سے فارغ ہوتیں تو آپ کے متعلق اہم واقعات سے آگاہ فرماتیں۔ایک دفعہ اپنا ایک اہم خواب بیان فرمانے لگیں۔فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ عظیم بیٹا پیدا ہوا تو مجھے اکثر ایک ہی خواب تسلسل کے ساتھ آتا رہا۔ کیا دیکھتی ہوں ایک ستارا ہے جو میرے دائیں پاؤں کے انگوٹھے پر جگمگا رہا ہے۔ میں اپنے ہاتھ سے اُسے چھپانے کی کوشش کرتی ہوں تو وہ ہاتھ کے اوپر چمکنے لگتا ہے۔کبھی خواب دیکھتی ہوں کہ ستارا میرے ہاتھ کی پشت پر چمک رہا ہے جب دوسرا ہاتھ اُس کے اوپر رکھتی ہوں تو ستارا دوسرے ہاتھ پر چمکنے لگتا ہے۔ جب محمود احمد عالمِ دین بن گیا تو خواب کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ آج جب میں دادی جان کے اس خواب کا موازنہ کرتا ہوں تو خواب کی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ آج ذی وقار مداح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیائے فانی سے رخصت فرما گئے لیکن آپ کا نام جگمگاتے ستارے کی مانند رہتی دنیا تک روشن رہے گا۔

آپ کی مساعی جلیلہ کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ نا صرف لاکھوں فرزندانِ اسلام کے دلوں میں آپ نے اپنا مقام پیدا کیا بلکہ ہزاروں دخترانِ اسلام کے دلوں میں بھی اپنا احترام پیدا فرما گئے۔ اسلام کی ہزاروں بیٹیاں آپ کی تالیفات سے استفادہ کرکے صحابیات کی سیرتوں کو اپنے لیے مشعل راہ بنا رہی ہیں۔ آپ کی چند تالیفات الہدیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی کے کورس میں بھی شامل ہیں۔

استادمحترم بے باک خطیب اور معروف مؤلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہادر مجاہد بھی تھے۔آپ کو جہاد افغانستان اور جہاد فلپائن کے بانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جہاد کے سلسلے کو سبوتاژ کرنے کے لیے استادمحترم نے ۱۹۸۲ء میں جامعۃ الفیصل الاسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ اس ادارے کا آغاز مسجد مزمل اہل حدیث (بند روڈ، لاہور) سے کیا۔ ابتدائی طور پر مختلف ممالک کے ۵۵ طلباء نے شرکت کی جن میں فلپائن، انڈونیشیا، ملائیشیا، تھائی لینڈ، سری لنکا، نائیجیریا اور بنگلا دیش کے ساتھ ساتھ دس پاکستانی طلباء بھی شامل تھے۔ راقم بھی ان ابتدائی طلباء میں شمار ہوتا تھا۔ پھر ادارے کی مستقل بلڈنگ گوشۂ احباب (ملتان روڈ، لاہور) میں قائم کی گئی۔ پانچ ہزار مربع فٹ کی اس تین سٹوری بلڈنگ میں مزید ۳۵۰ طلباء کو تعلیم وتربیت کا موقع فراہم کیا گیا جن کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ جہادی تربیت کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ مزید جزائرقمر، افغانستان، چائنہ اور مالدیپ کے طلباء کو تعلیم وتربیت کا موقع فراہم کیا۔ جہادی تربیت کے لیے تمام طلباء کو صوبہ کنڑ اور جلال آباد استادمحترم کی قیادت میں لے جایا جاتا تھا۔طلباء کے ساتھ مل کر جہادی مشقیں کرتے۔ تمام طلباء کو کمانڈو ٹریننگ کے لیے تین ماہ افغانستان میں قیام کرنا کورس میں شامل تھا۔ خود بھی وہاں قیام پذیر رہتے۔ آپ کے ادارے کے سینکڑوں طلباء سالہا سال جہاد کے میدانوں میں برسرپیکار رہے۔ اکثر جامِ شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ راقم کی دلی خواہش بھی یہی تھی اور ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

استاذ ذی قدر نے بارہا روسی سامراج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جلال آباد میں ایک مرتبہ چند فلپائنی مجاہدین کے ہمراہ کمانڈر عبدالحی افغانی کے مورچے میں قیام کیا۔ اچانک روسی فوج نے راکٹوں کے ساتھ حملہ کیا۔ بہت سے مجاہد جام شہادت نوش فرما گئے۔ چند ایک سلامت بچے جن میں استاد محترم بھی شامل تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت نگاری کا شرف بخشا تھا۔ حالانکہ مورچہ مکمل طور پر تباہ ہوگیا تھا۔ جوابی فائرنگ پر دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔

آپ مجاہدین سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ فلسطین اور چیچنیا کے کمانڈر اکثر شرف ملاقات کے لیے لاہور تشریف لاتے۔ راقم کو ان کی خدمت کا شرف میسر آتا رہا۔ یہ آپ کی محبت کا سبب ہی تھا کہ آپ نے اپنی ایک بیٹی، ایک بھانجی اور دو بھتیجیوں کا نکاح افغانستان کے کمانڈوز سے فرمایا جو بحرین اور سوڈان سے تعلق رکھتے تھے۔ جنھوں نے بارہ سال روسی سامراج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور غازی بن کر لوٹے۔ سینکڑوں خدا کے دشمنوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آج بھی شہادت کا شوق ان کے دلوں میں موجزن ہے۔

جہاد کی تڑپ آپ کو منڈا ناؤ کے جزیروں تک لے گئی۔ یہ ۱۹۸۸ء کی بات ہے۔ فلپائن میں اپنے تربیت یافتہ کمانڈوز کے ہمراہ مختلف محاذوں پر مجاہدین کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ انھیں کمانڈر صحابہ رضی اللہ عنہم اور جرنیل صحابہ رضی اللہ عنہم کے روح پرور واقعات سنا کر ان کے خون کو گرماتے رہے۔ آپ کی موجودگی میں مجاہدین نے جتنے بھی محاذ لڑے اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ تمام دروس عربی زبان میں پیش کیے۔ جنھیں استاد سلامت ہاشم نے ان کی زبان میں ٹرانسلیٹ کیا۔

علاوہ ازیں استاد محترم نے بیسیوں غیر ملکی دورے کیے۔ دین کی اشاعت کے لیے چار مرتبہ کویت، چار مرتبہ متحدہ عرب امارات، چار مرتبہ برطانیا ایک مرتبہ بحرین اور تیرہ مرتبہ سعودی عرب تشریف لے گئے۔ ایک حج اور بارہ مرتبہ عمرے کی سعادت حاصل کی۔

ان سب اوصاف کے ساتھ ساتھ مہمان نوازی کے وصف سے بھی اللہ تعالیٰ نے نواز رکھا تھا۔ دوستوں کی خاطر داری، مہمان نوازی فراخ حوصلگی اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر مستحق کی اعانت آپ کی زندگی کے ضروری اجزاء ہیں۔ ہمیشہ خندہ روح اور مطمئن رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمت ہے جس سے استاد محترم کو نوازا گیا۔ اپنے شاگردوں اور جملہ احباب کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ چہرہ ہر وقت شگفتہ دکھائی دیتا۔

۲۰۰۲ء میں فالج کے عارضہ میں مبتلا ہوئے۔ کبھی بھی اپنی بیماری سے دل گرفتہ نہیں ہوئے بلکہ مشیت خداوندی سمجھتے ہوئے ہمیشہ مطمئن رہے۔ بیشتر تالیفات بیمار ہونے کے بعد معرض تحریر میں لائے۔ فرماتے تھے مجھے میرے پروردگار کی طرف سے موقع فراہم کیا گیا ہے اور میں اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

استاد محترم کو اپنی زوجہ محترمہ کی مکمل حمایت حاصل رہی جنھوں نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ ہمہ وقت خدمت میں پیش پیش رہتیں۔ آپ کی خدمت کو اپنا مشن بنا لیا اور استاد مکرم کے مشن کی تکمیل کا باعث بنی۔ آخری ایام میں اکثر فرماتے: میں اپنی بیگم سے بہت خوش ہوں، امید رکھتا ہوں کہ میرا رب بھی ان سے خوش ہوگا اور جنت میں اعلیٰ مقام دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

آج استاذ ذی وقار کے تمام داماد اور بیٹا والدہ محترمہ کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور احترام بجا لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ سلامت رکھے اور ان کی دعاؤں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آٹھ بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ دو بیٹیوں کو بچپن میں واپس لے لیا۔ ان شاء اللہ دونوں توشۂ آخرت ثابت ہوں گی۔ آپ کے خاندان پر جب نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوتی ہے کہ بالخصوص آپ کی دو بیٹیاں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن وسنت کی ترویج کے لیے مصروف عمل ہیں۔ عالی قدر والد کے اخلاص، تقویٰ، حُسنِ اخلاق، فہم وفراست اور علم وعمل کی جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے:

❀ تبسم محمود جنھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پھر عالی قدر استاد ڈاکٹر فرحت ہاشمی سے قرآن کی تفسیر اور حدیث کے علوم حاصل کیے۔ آج کل باب حرم سرگودھا میں بہ طور پرنسپل فرائض انجام دے رہی ہیں۔ دو مرتبہ قرآن کی تفسیر مکمل کروا چکی ہیں۔ محترمہ دل جمعی سے سرگودھا کی طالبات کی تربیت کا اہتمام فرما رہی ہیں اور ''سفیر صحابہ رضی اللہ عنہم'' ممدوحہ کی معروف تالیف ہے جس میں تالیفی انداز استاد محترم کے اندازِ تحریر کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک مال دار گھرانے سے تعلق ہونے کے باوجود بے لوث خدمت قرآن میں مصروف ہیں۔ مالک کائنات نے انھیں تین بیٹوں سے نواز رکھا ہے۔ سب کی تربیت کو اسلامی نہج پر کر رہی ہیں تاکہ وہ معاشرے کا بہترین فرد بن سکیں اور اسلاف کے نقش قدم پر چل سکیں۔

❀ رفعت محمود دوسری بیٹی جو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے والدمحترم کے اخلاص، توکل اور فہم وفراست کو اپناتے ہوئے تبلیغ دین کے لیے ہمہ وقت تیار رہتی ہیں۔ والدمحترم اپنی اس بیٹی سے سب سے زیادہ التفات رکھتے تھے۔ وہ بھی اپنے والد سے بے پناہ محبت رکھتی ہیں۔ جب رفعت محمود نے اسماء بنت ابی بکر کے سوانح عمری پر کتاب مرتب کی تو والدمحترم نے اس کتاب کو بے حد سراہا اور طباعت کا مشورہ دیا۔ عنقریب اشاعت کے مراحل طے کرلے گی۔ اس کتاب کا انتساب عظیم المرتبت والد کے نام کیا جن کی شفقت ومحبت نے انھیں اس قابل بنایا کہ وہ عظیم والد کی عظیم بیٹی کی مدح وستائش تحریر کرنے کے قابل ہوئیں۔ انھیں ''ابلاغ دین'' کتابچہ مرتب کرنے کا موقع بھی میسر آیا جسے الہدیٰ میں بے حد پسند کیا گیا۔ انھیں بھی ڈاکٹر فرحت ہاشمی سے علوم دین تفسیر القرآن اور علوم حدیث حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔

اس سے مولانا کی الفت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی استاد محترم کو کام سے فرصت ملتی تو مہینوں اسلام آباد میں اپنی بیٹی کے ہاں مقیم رہتے۔ جب انتہائی تکلیف کے عالم میں شیخ زید ہسپتال میں زیرِ علاج تھے تو اسلام آباد آنے پر مصر رہے۔ ڈاکٹروں نے اجازت نہ دی تو بیٹی کو اپنے پاس بلا لیا۔ ہر وقت اپنے پاس بٹھائے رکھتے اور فرماتے کہ جب تک میرے پاس رہتی ہو مجھے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ پھر پوچھتے کہ آپ کیا پڑھتی رہتی ہو جو مجھے اتنا سکون ملتا ہے؟ فرماتیں: ابا جان میں سورۂ فاتحہ کا دم کرتی رہتی ہوں۔ ایک دن سرگوشی کے انداز میں بیٹی سے فرمانے لگے: ''زندگی ایک ٹرین کی مانند ہے، جس مسافر کا پلیٹ فارم آجائے اُسے ٹرین چھوڑنا پڑتی ہے۔ میں بھی اسی ٹرین کا مسافر ہوں۔ عنقریب میرا پلیٹ فارم بھی آنے والا ہے اور مجھے بھی اس ٹرین کو چھوڑنا پڑے گا۔''

بیٹی کا غمگین چہرہ دیکھ کر فرمایا: ''اس دنیا میں کوئی باقی نہیں بچا، نہ کوئی بادشاہ نہ کوئی فقیر۔ اسی طرح مجھے بھی جانا ہے۔ میں اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کو بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔''

ایک دن فرمانے لگے: ''مجھے اپنے پانچوں بیٹوں سے ملاؤ، زندگی میں آخری بار ان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' راقم فوری طور پر بچوں کو لے کر اسلام آباد سے لاہور پہنچا۔ دیکھ کر مسکرانے لگے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے: ''یہ پانچ ہیرے ہیں۔ ان ہیروں کو تراشنے کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ جب جوہری ہیرے کو تراشتا ہے تو اس کے ہاتھ بھی گندے ہوتے ہیں اور کپڑے بھی خراب ہوتے ہیں لیکن تیار ہونے کے بعد ہیرا مارکیٹ میں آتا ہے تو لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ان ہیروں کو اس طرح تیار کرو کہ دنیا کو دکھا دیں کہ عباد الرحمٰن کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔''

آپ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک راستہ متعین کر گئے۔ اُن کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسلام آباد واپس آتے ہی بڑے دونوں بیٹوں حمود فیصل اور سعود فیصل کو اُن کے نانا کے عظیم استاد مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کے نام وَر بیٹے اور عظیم سکالر ڈاکٹر سہیل حسن کے ادارے میں حصولِ تعلیم کے لیے پندرہ روزہ کورس میں شامل کیا گیا جو کہ انتہائی قابل اساتذہ کی نگرانی اور راہنمائی میں چل رہا ہے۔ ان عظیم اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمٰن چشتی حفظہ اللہ

سرفہرست ہیں۔

اللہ رب العالمین نے استاد محترم کو ایک فرمانبردار بیٹے سے بھی نواز رکھا ہے جو بحرین میں مقیم ہے۔ والد ذی وقار کی وفات کی خبر سنتے ہی پاکستان پہنچے اور جنازے میں شامل ہوئے۔ ضیاء الرحمٰن حافظ قرآن بھی ہیں اور والد محترم کے نام سے بحرین میں ''محمود احمد غضنفر ویلفیئر ٹرسٹ'' قائم کر چکے ہیں۔ اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر پاکستان میں بیواؤں اور مفلوق الحال لوگوں کی مدد کے ساتھ ساتھ واٹر پمپ سکیم کے تحت نواحی علاقوں میں غریب ونادار لوگوں کے لیے پانی کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ تمام کوششیں والد محترم کی بہترین تربیت اور توفیق الٰہی کا نتیجہ ہیں۔

وفات:

۲۰ / جون ۲۰۱۲ء بہ مطابق ۲۹ / رجب ۱۴۳۳ھ سہ پہر ۳:۰۰ بجے استاد ذی وقار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا لله وإنا اليه راجعون .

اگلے دن جمعرات صبح ۷:۳۰ بجے غسل دیا گیا اور یہ شرف بھی راقم کے حصے میں آیا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ استاد محترم کا جسم نرم وملائم اور یوں لگ رہا تھا جیسے پہلے ہی غسل دیا جا چکا ہے۔ میرا پہلا تجربہ تھا لیکن انتہائی آسانی سے یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ چہرے پر مسکان تھی جیسے کسی کو دیکھ کر مسکرا رہے ہوں۔ آپ کو غسل دے کر مجھے بے حد سکون ملا۔

دو جنازے ادا کیے گئے۔ لوگوں کا جم غفیر تھا۔ حد نگاہ تک لوگوں کے سر نظر آ رہے تھے۔ دوسرا جنازہ آپ کے آبائی گاؤں چک نمبر ۳۹ میں ادا کیا گیا۔ ہزاروں علماء اور طلباء نے شرکت کی۔ مجاہدین کی بہت بڑی جماعت بھی جنازے میں شامل تھی۔ ملک بھر میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ محترم عبد المالک مجاہد نے سعودی عرب میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں سعودی عرب میں مقیم طلباء اور اساتذہ نے بھی شمولیت اختیار کی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت کا شرف عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔



بقیہ: کلمۂ طیبہ کا مفہوم اور اُس کے تقاضے

سنت یعنی حضرت نبی مکرم کا ہوا عمل مقبول ہے جب کہ خانہ ساز اور من گھڑت طریقے بدعت میں شامل ہیں جو بروئے فرمان نبوی مردود اور نا مقبول ہیں۔ سنت کے مطابق کیا ہوا ذرہ بھر عمل قیامت کے روز پہاڑوں سے بڑھ کر باوزن ہوگا اور وہ اللہ کے یہاں نہایت قدر وقیمت والا ہوگا جب کہ پہاڑوں کے برابر کیے ہوئے خلاف سنت عمل کی حیثیت ذرے کی بھی نہ ہوگی اور وہ باعث تباہی اور عذابِ جہنم کے دخول کا سبب بنے گا۔ بسا اوقات سنت کے مطابق انجام دیے گئے دنیوی امور کی قدر وقیمت بہ طور عبادت ہوتی ہے۔ لیکن سنت کے خلاف کیے ہوئے اعمال؛ عبادات، نماز، روزہ، صدقات وخیرات وغیرہ راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں اور ان کی حیثیت ربّ کریم کی نظر میں پرکاہ بھی نہیں ہوتی۔

آیئے! ہم کلمۂ طیبہ کے مفہوم اور اس کے تقاضوں کو بروئے کار لا کر اپنی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل پیرا ہونے کو اختیار کریں اور آخرت کی کامرانی وشادمانی حاصل کریں۔

تحریک

جانِ عُشاق بہ عنوانِ وفا حاضر ہے
ضربِ شمشیر بہ میدانِ وغا حاضر ہے
تیز رَو صورتِ خورشید اُبھر آئے ہیں
قوتِ بازوئے مردانِ خدا حاضر ہے
کہکشاں جلوہ فشاں ہے کہ مجاہد اُٹھے
ماہ و خورشید کی زرکار قبا حاضر ہے
لشکر ملت بیضا نے عَلَم کھولے ہیں
ضربت تیغ بہ صد ناز و ادا حاضر ہے
آج پھر نقش حسین ابنِ علیؓ اُبھرے ہیں
آج پھر شیوۂ تسلیم و رضا حاضر ہے
پھول لہرائے کہ پھر فصل بہار آ پہنچی
کونپلیں خوش ہیں کہ دامانِ صبا حاضر ہے
عسکری بازوئے حیدرؓ کی قسم کھاتے ہیں
جانب منزلِ مقصود بڑھے جاتے ہیں

(شورش کاشمیریؔ)